هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

نعرۂ مسلم

(از جناب عبدالرحیم صاحب جاوید الہ آبادی پاکستان)

فروزاں پھر چراغِ بزمِ امکاں کر کے چھوڑونگا　　دلوں کو آج مستِ جامِ عرفاں کر کے چھوڑونگا

طلسمِ سطوتِ باطل کو حیراں کر کے چھوڑونگا　　عدوئے دین کو پابندِ زنداں کر کے چھوڑونگا

دل و جاں کو میں شمعِ حق پہ قرباں کر کے چھوڑونگا　　جہاں میں گرم پھر خونِ مسلماں کر کے چھوڑونگا

جہاں سے دور کر دوں گا بلائے ظلمتِ باطل　　کہ میں خورشیدِ حق کو پھر درخشاں کر کے چھوڑونگا

نویدِ امن و راحت پھر سنا دوں گا زمانے کو　　میں بنیادِ ستم رانی کو لرزاں کر کے چھوڑونگا

جلائیں گے مجھے کیا آتشِ نمرود کے شعلے　　براہیمی ہوں آتش کو گلستاں کر کے چھوڑونگا

یقیں رکھو جسے دستِ خزاں نے آج لوٹا ہے　　اسی گلشن کو رشکِ صد بہاراں کر کے چھوڑونگا

بگوشِ ہوش سن کافر اگر مجھ سے تو ٹکرائے　　حنین و بدر کے جوہر نمایاں کر کے چھوڑونگا

اگرچہ کٹ مروں ٹکرا کے میں افواجِ باطل سے　　ولیکن مسئلہ کشمیر آساں کر کے چھوڑونگا

قسم اس خالقِ اکبر کی ہندوستان کیا شے ہے　　جہاں سارا میں اپنے زیرِ فرماں کر کے چھوڑونگا

مرا جاوید نغمہ ہے صدائے جاھدوا گویا

اسی نغمے کو ہر تارِ رگِ جاں کر کے چھوڑونگا!

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء | شمارہ ۴۴

خطرناک ارادے

آج سے تقریباً ۱½ ۱۶ ماہ قبل وحدت مغربی پاکستان کا وجود رونما ہوا تھا۔ اس وقت کی حکمران سیاسی پارٹی آج مرکز اور صوبوں میں حزب مخالف کا ایک جزو ہے اسی پارٹی کے ارباب اختیار کی دوڑ دھوپ سے وحدت معرض وجود میں آئی۔ ملک کے اکثر سیاسی قائدین یا تو اس وحدت سازی کے حق میں تھے یا خاموش رہ کر نیم رضامندی کا اظہار کر رہے تھے۔ وحدت کے کھلے مخالف شاید انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ لیکن اس سے زیادہ سیاست کی شعبدہ بازی کیا ہوگی کہ ایک جماعت جو کل وحدت کی شیرازہ بندی میں مشغول تھی۔ آج وہی اس کے تار و پود بکھیرنے کے درپے ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ وحدت کو بناتے وقت بھی عوام درخورِ اعتنا نہیں سمجھے گئے تھے اور اس کو کالعدم کرنے میں بھی عوام کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ اتنے اہم مسئلہ پر جو محض انتظامی امور کے متعلق نہ تھا بلکہ براہِ راست عوام کا مسئلہ تھا۔ ارباب اختیار نے محض سیاسی جوڑ توڑ اور اختیار و اقتدار کی بدولت طے کر لیا نہ اس مسئلہ پر رائے شماری ہوئی اور نہ کسی اور ذریعہ سے عوام کا مشورہ لیا گیا۔ خیر چونکہ وحدت میں بہر حال بہتری تھی۔ لہٰذا عوام کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوا۔

اتنے عرصہ میں جبکہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ کا مصرف وحدت کے وجود اور استحکام کی خاطر ہو چکا ہے۔ اس کو توڑنے کے ارادے نہایت خطرناک ہیں وحدت سے قبل جو آواز اس کے وجود کے خلاف اُٹھتی تھی۔ اسے صوبائی عصبیت پرستی تنگ نظری اور پاکستان کی سالمیت کے منافی گردانا جاتا تھا۔ حالانکہ اس وقت وحدت ایک کاغذی سکیم تھی۔ اس پر کوئی قومی سرمایہ ابھی صرف نہیں ہوا تھا اور اگر آج وحدت کو ریخت برد کرنے والے کی سرزنش کی جاتی ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ وحدت محض ایک تجربہ تھا جو کامیاب یا ناکامیاب ہو سکتا تھا۔ اس کو پاکستان کی سالمیت سے کیا تعلق؟ سبحان اللہ ایسے افراد نے گویا پاکستان کو بھی ایک رصدگاہ (LABORATORY) سمجھ رکھا ہے۔ جہاں نت نئے شعبدے اور تجربے کئے جائیں اور وہ بھی کروڑوں کے مصرف سے یہ کون نہیں جانتا کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے اور اس کی پسماندگی دور کرنے کے لئے زرکثیر کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارے سیاسی کھلاڑی قومی سرمایہ کو تجربوں کی نذر کر رہے ہیں۔

وحدت غلط بنی تھی یا صحیح - یہ اب بن چکی ہے۔ بلکہ بنے ہوئے عرصہ ۱½ سال گزر چکا ہے۔ اب اسے نابود کرنا ہرگز قرین عقل نہیں۔ نہ اس میں عوام کا بھلا ہے۔ ایسا کرنا پاکستان میں بے یقینی۔ تعطل اور سیاسی دیوالیہ پن کو فروغ دینا ہے۔ جگ ہنسائی کرانا اور اغیار کو تمسخر کی دعوت دینا ہے۔ اگر مسلم لیگ حزب اختلاف میں رہ کر یونٹ کی تنسیخ کے لئے کوشش کرے گی تو یہ ملک کی کوئی خدمت انجام نہیں دے گی۔ بلکہ اپنی سیاہ کاریوں میں اضافہ ہی کرے گی۔

ایک اور قابل امر چیز یہ ہے۔ کہ برسر اقتدار جماعت جس کو ایسی خطرناک کوششوں کے خلاف سینہ سپر ہونا چاہیئے تھا۔ آج دھڑے بندیوں کا شکار ہو کر بالواسطہ ان خطرناک ارادوں کی تقویت کا باعث ہو رہی ہے۔ اس صورت حال میں ہم ملک کے سیاسی شعور رکھنے والے طبقہ سے اپیل کریں گے کہ وہ وحدت کو کالعدم کرنے والے نام نہاد قائدین کو ہوش کی دوا بتائیں اور انہیں اپنا رویہ درست کرنے کے لئے مجبور کریں۔

یہ ہڑتالیں کیوں؟

ڈسٹرکٹ بورڈ کے اساتذہ نے کافی دنوں سے ہڑتال کر رکھی ہے۔ محکمہ مواصلات کے ادنٰے ملازمین نے ۱۱- مارچ سے ہڑتال کا نوٹس دے رکھا ہے۔ محکمہ ریل کے کم مشاہرہ پانے والے ملازمین کی یونین حکام کو اپنے مطالبات منوانے میں ناکام ہو چکی ہے؟ کوئی پتہ نہیں کہ ریلوے میں کب ہڑتال شروع ہو جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر طرف سے یکبار ہڑتالوں کا شور و غوغا کیوں ہوگیا ہے۔ آیا ملازمین کے مطالبات جائز ہیں یا ناجائز مطالبات کو تسلیم کرانے کی خاطر ہڑتالوں کا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے؟ اگر خالی الذہن ہو کر غور کیا جائے تو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ موجودہ گرانی میں ادنٰے ملازمین بُری طرح پس رہے ہیں۔ اگر ملازمت سے پیٹ بھی پالا نہ جا سکے تو وہ ملازمت نہیں بیگار ہے۔ اس لئے سوائے اس کے کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا کہ حکومت جسے درحقیقت اپنے ملازمین کی ضروریات کا خود خیال ہونا چاہیئے۔ اگر اُسے احساس نہ ہو تو کسی مؤثر ذریعہ سے شنوائی کا انتظام کیا جائے۔ ہڑتالیں کسی حکومت کی ناکامی کی دلیل ہوا کرتی ہیں۔ ان کی نوبت آنے سے پیشتر ہی تکلیف کا مداوا ہونا چاہیئے۔ اساتذہ کی ہڑتال سے عوام اپنے بچوں کی تعلیم کے بارے میں متفکر ہیں۔ اگر کل کو محکمہ مواصلات میں بھی ہڑتال ہوئی تو نظم و نسق میں اور بھی تکلیف ہوگی۔ لیکن عام ہمدردیاں ملازمین کے ساتھ ہی ہیں۔ اور حکومت کی سنگدلی کے متعلق استعجاب کیا جا رہا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ فوری اقدام سے پہلے تو صحیح حالات منظر عام پر لائے۔ اور پھر تکالیف کا بھی حتی الوسع تدارک کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۵۔ شعبان ۱۳۷۶ھ ۔ ۸۔ مارچ ۱۹۵۷ء

خلاصہ تعلیم قرآن

اور

اسمیں کامیابی حاصل کرنے کے فقط دو ذریعے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

یہ قاعدہ ہے کہ ہر اجمال کی ایک تفصیل ہوتی ہے اور ہر تفصیل کا ایک اجمال بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر انسان کے ظاہری اور اندرونی اجزا شمار کئے جائیں۔ تو میرا خیال ہے۔ کہ بیسیوں ہو جائینگے۔ اور اگر ان بیسیوں کو اجمال میں ضبط کرنا چاہیں تو فقط یہ لفظ کافی ہے۔ کہ یہ انسان ہے یا مثلاً اگر ایک ضخیم کتاب کی سطریں۔ جملے۔ مفردات۔ مرکبات اور حروف گننا چاہیں تو بلا مبالغہ لاکھوں تک تعداد پہنچ جائے گی۔ اور اگر ان لاکھوں اجزا کو اجمال میں ذکر کرنا چاہیں۔ تو فقط ایک کتاب کا لفظ کافی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر قرآن مجید کی تفصیل بیان کرنا چاہیں تو ہزاروں عنوانات شمار کئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر ان تمام عنوانات کا اجمال معلوم کرنا چاہیں تو بآسانی اور بلا خوفِ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ سارے قرآن مجید کا

خلاصہ "حصول رضاء الٰہیؐ" ہے

اس کا ثبوت

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہدو۔ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضور انورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی رضا طلبی کے لئے ہے۔

ہر مسلمان کو حضور کی تابعداری کا حکم

(قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ کہدو۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔ اور تمہارے گناہ بخشے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

صحیح تابعداری کا معیار

جب حضور انورؐ کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے تو صحیح تابعداری کا معیار یہ ہوگا۔ کہ جس طرح آپ کا مقصد حیات فقط حصول رضاء الٰہی تھا۔ اسی طرح ہر مسلمان کا مقصد حیات بھی حصول رضاء الٰہی ہو جائے۔ جب انسان کی یہ نیت ہو جائے گی تو چونکہ آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق ہر عمل کا مدار اور اس کی نیت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ہر عمل حیات میں رضاء مولیٰ ہی مطلوب ہوگی تو ہر عمل نیکی کے کھاتے میں شمار کیا جائیگا۔ مقصدِ زندگی متعین ہونے کے بعد اب اس کے ذرائع پر غور کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ ان

ذرائع کی دو قسمیں ہیں

پہلی فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت

شواھد

نمبر ۱

(قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ○

سورہ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ کہدو مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں۔ کہ عبادت کو اس کے لئے خاص رکھوں۔

نمبر ۲

(قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ ○

سورۃ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳ ترجمہ۔ کہدو۔ میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

نمبر ۳

(قُلْ اِنِّیْ نُہِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ) الآیہ سورہ الانعام رکوع ۶ پارہ ۷ کہدو۔ مجھے منع کیا گیا ہے۔ اس سے کہ میں بندگی کروں۔ ان کی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔

نمبر ۴

(قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَا اُشْرِکَ بِہٖ ؕ اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ مَاٰبِ ○) سورہ رعد رکوع ۵ پارہ ۱۳ ترجمہ۔ کہدو مجھے تو یہی حکم ہوا ہے۔ کہ اللہ کی بندگی کروں۔ اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے۔

نمبر ۵

(قُلْ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ ج وَاُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○)

سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ کہدو۔ اے لوگو۔ اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے۔ تو اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ ایمانداروں میں رہوں۔

پکارنا بھی عبادت ہے

اپنی حاجت روائی کے لئے کسی کو پکارنا بھی عبادت ہے۔ عربی میں پکارنے کو دعا کہا جاتا ہے۔ احادیث نبویہ سے اسکی تائید

پہلی حدیث

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ

ترجمہ۔ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعا ہی تو عبادت ہے۔ پھر آپ نے (یہ آیت) پڑھی۔ اور تیرے رب نے فرمایا ہے۔ مجھے

پکارو - میں تمہاری دُعا قبول کروں گا۔

دوسری حدیث

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ -

رواہ الترمذی۔ **ترجمہ** - انسؓ سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ (در اصل) دُعا ہی تو عبادت کا گودا ہے یعنی عبادت میں اللہ تعالےٰ ہی کو پکارنا اور اس کی بارگاہ میں معروضات پیش کرنا ہوتا ہے۔

خلاصہ

دونوں احادیث سے یہ ثابت ہُوا۔ کہ دعاء (یعنی پکارنا) یہ بھی عبادت ہے۔ لہٰذا جس طرح اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے - اسی طرح اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو پکارنے سے بھی منع کیا گیا ہے - اور اسے بھی شرک قرار دیا گیا ہے۔

۱۰

(وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○) سورہ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱ **ترجمہ** - اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو نہ پکارو - جو نہ تیرا بھلا کرے اور نہ بُرا - پھر اگر تو نے ایسا کیا - تو بے شک ظالموں میں سے ہو جائے گا - اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچاوے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں - اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے - تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں - اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے - اپنا فضل پہنچاتا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو مت پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے قبضے میں مخلوقات کا نفع یا نقصان نہیں ہے - اگر وہ انسان کو تکلیف پہنچانا چاہے تو اس تکلیف کو کوئی دُور نہیں کرسکتا - اور اگر وہ کسی کو آرام پہنچانا چاہے - تو کسی کو بھی روکنے کی مجال نہیں ہے

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات پر تحریر فرماتے ہیں " یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا - اس لئے اس کی نسبت شکوک شبہات میں پھنسے ہُوئے ہو - تو مَیں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں - خلاصہ یہ ہے - کہ مَیں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں - جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا - میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں - کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے - اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے - گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے - بندگی کی جائے - ضروری ہے - کہ دل میں اس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو - اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیمؑ خلیل اللہ کا دین ہے - پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے جس طرح عبادت فقط اسی کی کریں۔ استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں - کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی بُرائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے - مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں - سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے - اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو اُن کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہُوئے ظلم اعظم ہوگا -

۱۱

(اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○) سورہ الاعراف رکوع پارہ **ترجمہ** - اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو - اسے حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے۔

حاصل

یہ نکلا کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو مت پکارو -

معروضات کا خلاصہ

اس خطبہ کی ابتدا میں عرض کیا گیا تھا۔ " حصول رضاء الٰہی " حاصل کرنے کے لئے جو ذرائع ہیں - ان کی دو قسمیں ہیں - پہلی اللہ تعالےٰ کی عبادت قرار دی گئی تھی۔ اس عبادت کے مسئلہ کا اعتقادی پہلو اسوقت تک پیش نظر رکھا گیا ہے - اب اس کا عملی پہلو پیش کرنا چاہتا ہوں -

عبادت کا عملی نظام الاوقات

جو کام کرنے چاہئیں

نماز اور زکوٰۃ کا فرض ہونا

(وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○) سورہ البقرہ رکوع ۱۳ پارہ ۱

ترجمہ - اور نماز قائم کرو - اور زکوٰۃ دو - اور جو کچھ نیکی سے اپنے واسطے آگے بھیجو گے - اُسے اللہ کے ہاں پاؤگے - بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو - سب دیکھتا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ ہر مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت نماز فرض ہے - یہ یاد رہے - کہ بالغ کا نماز ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے - اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کی سزا دوزخ ہے - اگر بے نماز کا توحید خداوندی کا عقیدہ صحیح ہوگا - جس کی تفصیل اس سے پہلے ذکر کی جاچکی ہے - تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گی - علیٰ ہٰذالقیاس جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو - اور وہ ادا نہ کرے تو یہ بھی گناہ کبیرہ ہے - اگر توبہ کئے بغیر مریگا تو اس کی سزا بھی دوزخ ہے - اگر توحید خداوندی کا عقیدہ اس کا صحیح ہوگا تو بالآخر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گا -

روزے کا فرض ہونا

(یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○) سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ - اے ایمان والو - تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں - جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے - جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہوجاؤ -

ہر بالغ مرد اور عورت پر روزہ فرض عین ہے - اگر بلا عذر شرعی ترک کریگا تو گناہ کبیرہ کا ہوگا - اگر توبہ کے سوا مرگیا - تو اس کی سزا دوزخ ہوگی - اگر ایمان سلامت ہوگا - تو پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت سے دوزخ سے نکل آئے گا -

حج فرض ہے

(وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ

سَبِيْلًاؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝

سورہ آل عمران رکوع ۱۰ پارہ ۴

ترجمہ - اور لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج کرنا اللہ کا حق ہے - جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو - اور جو انکار کرے - تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پروا ہے -

جس شخص کے لئے حج کے فرض ہونے کی شرطیں پائی جائیں - پھر وہ بلا عذر نہ جائے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے - جس کی سزا دوزخ ہے - اگر عقیدہ توحید سلامت ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل آئے گا -

فرائض کے علاوہ

نیکی کے دوسرے کام بطور نمونہ

نیکی کا حکم کرو - بُرائی سے منع کرو

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِؕ الآیہ سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ - تم سب اُمتوں میں سے بہتر ہو - جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں - اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو - اور بُرے کاموں سے روکتے ہو - اور اللہ پر ایمان لاتے ہو - اگرچہ اس آیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین - کا ذکر ہے - چونکہ ہم مسلمان ان کے نقش قدم پر چلنے کے مدعی ہیں - اس لئے ہمیں بھی نیکی کا حکم کرنا - اور بُرے کاموں سے روکنے کا فرض انجام دینا چاہئے - تاکہ صحیح معنی میں ان کے جانشین کہلا سکیں -

مسلمانوں کو کس سے دوستی رکھنی چاہئے

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝

سورہ المائدہ رکوع ۸ پارہ ۶

ترجمہ - تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہیں - جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں - اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں -

اللہ تعالےٰ کے ایماندار بندوں کو کن گناہوں سے بچنا چاہئے

۱

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور زنا کے قریب نہ جاؤ - بے شک وہ بے حیائی ہے - اور بری راہ ہے -

۲ تا ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۷

ترجمہ - اے ایمان والو - شراب اور جُوا اور بُت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں - سو ان سے بچتے رہو - تاکہ تم نجات پاؤ -

۵

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ سورہ المائدہ رکوع ۹ پارہ ۶

ترجمہ - اے ایمان والو - ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ - جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے - ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی - اور کافروں کو - اور اللہ سے ڈرو - اگر تم ایماندار ہو -

۶

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳۶ پارہ ۳

ترجمہ - جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں - پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں - اور نہ ستاتے ہیں - انہیں کے لئے اپنے رب کے ہاں ثواب ہے - اور ان پر نہ کوئی ڈر ہے - اور نہ وہ غمگین ہونگے -

حصول رضاء الٰہی کا دوسرا ذریعہ حقوق العباد کی نگہداشت ہے

والدین کا حق

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۗ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پ ۱۵

ترجمہ - اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو - اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو - اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بُڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو - اور نہ انہیں جھڑکو - اور ان سے ادب سے بات کرو - اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو - اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے - اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما -

مزید کہنے کی گنجائش نہیں

برادران اسلام - اللہ تعالےٰ نے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا جو پروگرام بیان فرمایا ہے وہ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی حاشیہ آرائی کی گنجائش ہی نہیں ہے -

بیوی کا حق

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ الآیہ

سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پارہ ۲

ترجمہ - اور انہیں (یعنی عورتوں کو) تکلیف دینے کے لئے مت روکو - تاکہ تم سختی کرو اور جو ایسا کرے گا - وہ اپنے اُوپر ظلم کریگا -

حاصل

یہ ہے کہ اگر بیوی کو رکھنا چاہتے ہو - تو دستور کے مطابق عزت سے رکھو - ورنہ محض اسے تکلیف دینے کے لئے اپنے نکاح میں مت رکھو - جس طرح بعض ظالم انسان کرتے ہیں - کہ بیوی کو طلاق تو دیتے نہیں - اور اپنے آرام کی خاطر دوسری بیوی گھر میں لے آتے ہیں - ایسے ظالموں کو چاہئے - یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ یہ ظلم رائیگاں جائے گا - اول تو دُنیا ہی میں انہیں اس ظلم کی سزا مل جائے گی ورنہ آخرت کے میدان میں تو احکم الحاکمین ان مظلوموں کی داد رسی یقیناً فرمائیں گے -

اولاد کے حق میں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ سورہ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ - اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ - جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں - اس پر فرشتے سخت دل قوی ہیکل مقرر ہیں - وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے - جو وہ انہیں حکم دے - اور وہ وہی کرتے ہیں - جو انہیں حکم دیا جاتا ہے -

حاصل

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کا فرض ہے

کہ اپنے بچوں اور بیوی کو بھی دین کی تعلیم دلائے۔ تاکہ وہ دوزخ سے بچ جائیں

رشتہ داروں کا حق

(وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیدو۔ اور مال کو بیجا خرچ نہ کرو۔ بیشک بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرگزار ہے

حاصل

یہ ہے کہ ان مدات میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کیا جائے اور جتنا مناسب ہو اتنا خرچ کیا جائے نہ یہ کہ جس طرح دُنیا دار نام و نمود کی خاطر رشتہ داروں کو شادیوں کے موقعہ پر خوب کھلاتے پلاتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کافی مقروض ہو گئے ہیں۔ پھر بعض اوقات جائیداد قرض میں قرق ہو جاتی ہے۔

عام مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت کا حکم

(وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝)

سورہ البقر رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ - اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصّہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اس طرح کسی کا مال چھیننا جرم عظیم ہے)

ساری معروضات کا حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کا حق بجا لائے۔ اور مخلوقِ خدا کے حقوق کو بھی ادا کرے۔ یہ شخص صحیح سچا اور کھرا مسلمان ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید کامل ہے کہ اس کی قبر بھی بہشت کا باغ ہوگی۔ قیامت کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں حاضری کا شرف پائیگا۔ حوضِ کوثر سے اسے پانی پلایا جائیگا دوزخ سے بچ کر بہشت میں پہنچ جائیگا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۴۔ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۷۔ مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہو جائیں۔ اور ہم امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دنیا سے جائیں۔ آج کل امراض روحانی بطور وبا پھیلے ہوئے ہیں۔ جس طرح بعض امراض جسمانی وبا کی طرح عام ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد ۱۹۱۸ء میں انفلوانزہ کی وبا عام ہوگئی تھی۔ اس میں اکثریت مبتلا تھی۔ گھروں کے گھر۔ گلیوں کی گلیاں اور محلوں کے محلے بند ہو گئے تھے۔ کبھی طاعون بطور وبا پھیل جاتی تھی۔ اسی طرح آج کل امراض روحانی بطور وبا پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر کہ و مہ ان میں مبتلا ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔ مگر افسوس صد افسوس ان کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے۔ اس کا سبب تعلقات دُنیوی ہیں۔ اگر اس جہان سے شفایاب ہوکر نہ گئے۔ تو بنے بنائے دوزخی ہیں۔ جس طرح اس جہان میں جسمانی امراض کے مریضوں کے لئے ہسپتال ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہاں روحانی امراض کے مریضوں کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے۔ جس کا نام جہنم ہے۔

عام طور پر ان امراض کی سمجھ بھی نہیں ہوتی۔ جب تک کسی ہادی کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربّیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ان کے جوتوں کی خاک کو سرمہ بناکر آنکھوں میں ڈالا۔ تب اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ مادر زاد ولی پیدا کر دے۔ تو وہ قادر ہے۔ ورنہ دستور یہی ہے کہ ان امراض کی سمجھ اور ان سے شفا اللہ والوں کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ صحبت کے بغیر شاید ہی کوئی ان امراض سے بچا ہُوا ہو۔ غرباء۔ امراء۔ متوسط طبقہ۔ طلباء۔ حتّٰی کہ علماء کو بھی امراضِ روحانی کا احساس نہیں ہے۔ مدارسِ عربیہ میں طلبائے علوم دینیہ ان امراض سے عبور کر جاتے ہیں گمان سے شفا نہیں ہوتی۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اگر ایک شخص کو معلوم ہو کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہے۔ مگر وہ علاج نہ کرائے تو کیا شفا ہو جائیگی؟ اللہ تعالےٰ چاہے تو بلا علاج بھی مریض کو صحت حاصل ہوسکتی ہے۔ وہ تو کلمہ کن سے ہر مرض کا علاج کرسکتا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (سورہ یٰسٓ رکوع ۵ پارہ ۲۳ (ترجمہ۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہوجاتی ہے) لیکن عام دستور یہی ہے کہ علاج کرانے سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ روحانی امراض میں بھی یہی دستور ہے۔

عرصہ سے روحانی امراض کا ذکر آ رہا ہے۔ ایک مجلس میں مَیں نے عجب اور کبر۔ دوسری میں حسد اور ریاء تیسری میں شحِّ نفس (خود غرضی) کے متعلق عرض کیا تھا۔ ان سب کا علاج بھی عرض کر چُکا ہوں۔ مَیں یہ بھی عرض کر چُکا ہوں کہ علاج کے متعلق میری تقریر سُن جانا کافی نہیں۔ سوچا کیجئے کہ ہمارے اندر یہ امراض روحانی تو موجود نہیں۔ اگر ہیں تو ان سے توبہ کیجئے اگر نہیں ہیں تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیجئے۔ روزانہ اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اگر آج ہم روحانی بیماریوں سے بچے ہوئے ہیں تو کل ان میں سے کسی میں مبتلا ہو جائیں۔ اس لئے ہر وقت چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ کتابیں پڑھ لینے سے تو ان بیماریوں سے شفا نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب (ترجمہ۔ بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے) کیا علمائے کرام کے اندر سے یہ حدیث پڑھنے کے بعد حسد نکل جاتا ہے۔ یہ سب جھگڑے تو حسد ہی کے ہیں۔ اللہ والوں سے تربیت کرانے کے بعد حسد نکل جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت۔ ادب۔ اطاعت کی تینوں تاروں سے ان کے ساتھ

کنکشن ہو- رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار سے بھی وہ بدبخت محروم ہی رہے- جن کو آپ سے نہ عقیدت تھی نہ ادب، اور اطاعت کرتے تھے- ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے- اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط (سورہ التوبۃ رکوع ۱۵ پارہ ۱۰) (ترجمہ- تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ- اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا)

اصل میں کھوٹ ان بے ایمانوں کے اندر تھا- اس لئے دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی محروم ہی گئے اور حضورؐ کی دُعا بھی ان کے حق میں قبول نہ ہوئی-

اہل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں- وہ امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں- وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں- بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے- ورنہ لٹوں والے- طبلہ سارنگی والے حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحب تو بہت ہیں- کچھ اِدھر کے اور کچھ اُدھر کے صاحب ہیں- اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے- آمین یا الٰہ العٰلمین-

یہ تو تمہید ہی تھی- آج کی تقریر کا عنوان ہے:-

آخرت کی فکر

اللہ تعالےٰ قیامت کے دن مجرموں سے فرمائیں گے- اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ ۱۵) ترجمہ- اپنا نامہ اعمال پڑھ لے- آج اپنا حساب لینے کے لئے تو ہی کافی ہے-

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس جہان میں اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العٰلمین-

روزانہ پانچ منٹ یہ سوچا کیجئے- کہ ہم امراض روحانی میں تو مبتلا نہیں ہیں- قیامت کے دن جو اللہ تعالےٰ فرمائینگے- آج ہی کیوں نہ ہم اس کے متعلق سوچیں-

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحؒ فرماتے ہیں کہ انسان کو دُنیوی تعلقات کا کلورو فارم سُنگھا دیا گیا ہے- جس کی وجہ سے بیوی بچّوں اور دوسرے دنیوی تعلقات کا تو اس کو بڑا خیال رہتا ہے- مگر اپنا خیال نہیں رہتا- مرنے کے بعد کلورو فارم کا اثر اُتر جائیگا تو پھر پتہ چلے گا کہ بیوی بچّے اور باقی رشتہ دار سب غدّار نکلے- لیکن اس وقت یہ احساس کچھ فائدہ نہ دے گا- ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

مَیں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی تعلیم کا خلاصہ ہے حصول رضائے الٰہی اس کے ذرائع دو ہیں- (۱) خالق کو بعبادت راضی کرنا- (۲) مخلوق کو بخدمت راضی کرنا-

یہ سوچا کیجئے کہ مجھ پر کس کس کا حق ہے- اور کیا مَیں ان کا حق ادا کر رہا ہوں- سب سے اوّل اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حق فائق ہے- کیا مَیں ان دونوں کا حق ادا کر رہا ہوں- اس کے بعد سب سے پہلے والدین کا حق ہے- کیا وہ دُعائیں دے رہے ہیں یا بددُعائیں- بعض بدبخت دوستوں کو تو خوب کھلاتے پلاتے ہیں مگر باپ کو پوچھتے بھی نہیں- بیوی کی ہر فرمائش پوری کرتے ہیں اور ماں کو پوچھتے بھی نہیں- ان کو یار باپ سے اور بیوی ماں سے زیادہ پیاری ہے- حالانکہ بیوی ماں کے جوتے کے بھی برابر نہیں ہوسکتی- دولت ہو تو روز تین چار بیویاں کرسکتے ہیں- شہد پر مکھیاں بہتیری- لیکن ماں ایک ہی ہے- جس نے جنا ہے- ایک حدیث شاہد ہے کہ والدین کی خدمت کا اللہ تعالےٰ کے ہاں کتنا درجہ ہے- حضورؐ فرماتے ہیں کہ تین آدمی بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے- خدا کی قدرت دیکھئے- ایک پتھر اُوپر سے گرا اور غار کا دروازہ بند ہوگیا- ان تینوں نے مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا نیک عمل یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے- کہ وہ ایک تہائی پتھر ہٹا دے- ان میں سے ایک نے کہا- کہ اے اللہ ایک دن میں جنگل سے بکریاں لے کر دیر سے آیا تھا تو میرے والدین سو چکے تھے- میں دودھ لے کر ان کے سرہانے ساری رات کھڑا رہا- اور میرے بچّے بلکتے رہے مَیں نے ان کو دُودھ نہ دیا- اے اللہ اگر میرا یہ عمل تیرے ہاں مقبول ہے تو ایک تہائی دروازہ کھول دے- اللہ تعالےٰ کی قدرت سے ایک تہائی دروازہ کھل گیا- باپ پہلے اور اولاد بعد میں آتی ہے-

اوّل تو ان چیزوں کی اطلاع نہیں- اگر ہو تو نفس اور شیطان آڑے آتے ہیں اور کرنے نہیں دیتے- قرآن مجید نمبر اوّل ذوی الحقوق کی فہرست بتلاتا ہے- نمبر دوئم ان کے مدارج بتلاتا ہے- نمبر سوئم ان کے حقوق کے ادا کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے- نمبر چہارم اگر ذوی الحقوق سے تعلق بگڑ جائے تو اُس کو درست کرنے کا طریقہ بھی بتلاتا ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے- اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ (ترجمہ- تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لئے ہے) کس کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہو- اور کس کی محنت سے جوانی کو پہنچے ہو- والدین میں سے ماں کا $\frac{3}{4}$ حق ہے اور باپ کا $\frac{1}{4}$ والدین کے بعد بیوی آتی ہے- پھر اولاد اور بھائی بہن آتے ہیں- ان سب کے بعد دوست آتے ہیں-

اگر کوئی شخص ممتحن کا محرم راز ہو اور وہ اس سے معلوم کرکے کسی طالب علم کو پرچہ بتلا دے- پھر بھی اگر وہ طالب علم فیل ہوجائے تو اس سے زیادہ بدقسمت کون ہوسکتا ہے ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں اور آپؐ نے قیامت کے دن کے پرچے اوٹ کر دیئے ہیں- اب بھی اگر کوئی مسلمان امتحان عمری میں فیل ہوکر جہنم میں جائے- تو یہ اس کی بدقسمتی ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس وقت تک دربارِ الٰہی سے نہ ہٹایا جائے گا جب تک ان پانچ سوالات کا جواب نہ دے گا-

۱- عمر کہاں خرچ کی تھی- ۲- جوانی کہاں خرچ کی تھی- ۳- کمایا کس ذریعہ سے تھا- ۴- خرچ کہاں کیا تھا- ۵- جو مجموعہ ہدایت مَیں نے نازل کیا تھا- اس پر کیا عمل کرکے لائے ہو-

یہ اقراء کتابک والی آیت کا ضمیمہ ہے- اگر ہم ان باتوں پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ تعالےٰ بیڑا پار ہو جائیگا-

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب ہوکر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے- آمین یا الٰہ العٰلمین اس کے لئے ضروری ہے کہ اقراء کتابک کو وقتاً فوقتاً سامنے رکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے-

حضرت عثمان غنی رضؓ

(ازجناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند لکھنؤ انڈیا)

ابتدائی حالات

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے جانشین کامل الحیاء والایمان باعث بیعت رضوان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ آپ قریش کے معزز خاندان بنو امیہ کے رکن تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ ہجرت سے سینتالیس برس قبل پیدا ہوئے۔ ابتدا ہی سے بلند کردار راست گفتار۔ بُردبار۔ وفاشعار اور دیانتدار تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی کبھی شراب کو مُنہ نہیں لگایا۔ اسلام نے آپ کے اخلاق کو چار چاند لگا دیئے۔ آپکی حق پسندی کا ثبوت یہ ہے کہ گو آپ کا خاندان حسد و رقابت کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بنو ہاشم کا اور اس وجہ سے اسلام کا بھی دشمن تھا۔ لیکن یہ نسلی عداوت آپ کے قبول حق میں مانع نہ ہو سکی اور آپ اخلاقی جرأت سے کام لے کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ آپ کا لقب ذوالنورین (دو نور والے) تھا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وحی بھی لکھوائی۔

حضرت عثمانؓ سابقون اولون میں تھے اسلام قبول کرکے آپ کو دوسرے مسلمانوں کی طرح کفار کے مظالم کا نشانہ بننا پڑا۔ آپ کے چچا نے آپ کو بیرحمی سے زدوکوب کیا۔ اور قرابت داروں نے قطع تعلق کیا۔ لیکن آپ کو راہ راست سے نہ ہٹا سکے۔ آپ نے پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر مدینہ کو

مالی قربانی

دوسرے صحابہؓ کی طرح آپ نے جان و مال سے اسلام کی خدمت کی۔ آپ ایک دولتمند تاجر تھے۔ لیکن فیاض اور سخی بھی تھے۔ دل کھول کر اپنے رشتہ داروں دوستوں اور یتیموں اور مسکینوں کی مالی امداد کرتے تھے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے لئے بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو پانی کی کمی سے تکلیف ہوئی۔ وہاں کنویں تو کئی تھے لیکن ان میں صرف بیر رومہ کا پانی میٹھا تھا۔ اس کا یہودی مالک پانی فروخت کرتا تھا۔ اس لئے غریب مسلمان اس سے پُورا فائدہ نہ اُٹھا سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اسے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کی تکلیف رفع ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کارِ خیر کے صلہ میں آپ کو جنّت کی بشارت دی۔

سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے لیئے چالیس ہزار فوج جمع کی گئی۔ اور مالی اعانت کی ضرورت ہُوئی تو حضرت عثمانؓ نے ایک تہائی فوج کے پورے مصارف برداشت کرنے کے علاوہ ستّر گھوڑے ایک ہزار اُونٹ اور ایک ہزار دینار نقد پیش کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دعا کی۔ "اللّہم ارض عن عثمان فانی عنہ راض" (یا اللہ تو عثمان سے راضی ہو کیونکہ مَیں اس سے راضی ہوں) اور فرمایا۔ "من جہّز جیش العسرۃ فلہ الجنّتہ" (جو کوئی اس نادار لشکر کو سامان دے اس کے لئے جنّت ہے) مسجد حرام اور مسجد نبویؐ کی توسیع آپ کے خرچ سے کی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں قحط پڑا۔ شام سے حضرت عثمانؓ کا تجارتی غلّہ ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہُوا مدینہ آیا۔ لوگ خریدنے کے لئے آئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔ "کیا نفع دو گے؟" لوگوں نے کہا دس کے بارہ۔ آپ نے فرمایا بولی بڑھاؤ۔ وہ بولے دس کے چودہ۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر اور زیادہ بڑھا سکتے ہو تو بڑھاؤ۔" اُنھوں نے جواب دیا۔ "ہم دس کے پندرہ دے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ کیا آپ ڈیڑھے نفع پر بھی راضی نہیں ہیں؟" آپ نے فرمایا۔ "مجھے دس سے سو مل رہے ہیں۔ دس گنا نفع چھوڑ کر ڈیڑھے نفع پر قناعت کیوں کروں؟" لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ "خریدار تو سب یہاں موجود ہیں۔ وہ دس کے سو دینے والا کون ہے؟" آپ نے فرمایا۔ "اللہ تعالےٰ میری جان اور مال کا خریدار ہے۔ وہ مجھے ایک کے دس یعنی دس کے سو دے رہا ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔" چنانچہ آپ نے وہ تمام غلّہ ان لوگوں میں مفت تقسیم کر دیا۔

رات کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم گھوڑے پر سوار جنّت کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ "آج عثمانؓ نے جو غلّہ خیرات کیا اسے اللہ تعالےٰ نے قبول کر لیا۔ چنانچہ وہ شان و شوکت کے ساتھ جنّت میں داخل ہوگا۔ مَیں اسے مرحبا کہنے کے لئے جا رہا ہوں۔"

آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ اگر کسی جمعہ کو ناغہ ہو جاتا تھا تو یہ کمی دوسرے جمعہ کو پوری کر دیتے تھے۔

بیعتِ رضوان

ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہُوا اور بار بار مدافعانہ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ جن میں حضرت عثمان نے بھی حصّہ لیا۔ سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے ان کو سفیر بنا کر صلح کے لئے کفار قریش کے پاس مکّہ بھیجا۔ کفار نے ان کو نظر بند کر دیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے۔ بعض مفسدوں نے ان کی شہادت کی افواہ اُڑا دی۔ جسے سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک درخت کے نیچے صحابہؓ سے کفار کے مقابلہ کے لئے بیعت لی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ موجود نہ تھے اس لئے آپؐ نے ان کی طرف سے خود اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی۔ اور اس طرح ان کو بھی اس بیعت کے شرف میں شریک قرار دیا۔ اسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے کرنے والے کو اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں اپنی رضامندی کی سند دی۔ "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" (بیشک اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا ہے۔ جنھوں نے درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کی)

اس بیعت سے ڈر کر کفار نے حضرت عثمانؓ کو رہا کر دیا۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو غیب کا علم نہیں تھا۔

جس طرح شیعہ فرقہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا دشمن ہے اسی طرح خارجی فرقہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مخالف ہے۔ ایک خارجی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا۔ کہ حضرت عثمانؓ بیعت رضوان کرنے والوں میں نہ تھے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ "ضرور تھے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ کا قائم مقام وہ ہاتھ تھا جس سے بہتر کوئی ہاتھ نہیں ہوسکتا۔" تعجب ہے کہ صحابہؓ کی شان میں قرآن کے صریح بیان کے ہوتے ہُوئے بعض مسلمان ان کے فضائل کے انکار کی جُرأت کرتے ہیں۔

خلافت

حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت سے قبل چھ صحابیوں کے نام تجویز کئے کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ ان میں حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ کثرت رائے سے آپ ہی خلیفہ قرار پائے۔

بیعت کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ "دنیوی جاہ و جلال کی طرف مائل ہوکر آخرت سے غافل نہ ہو اور شیطان کے جال میں پھنس کر اللہ کی اطاعت نہ چھوڑو۔

امراء اور حکام کے نام ہدایت جاری کی کہ اخلاص۔ صداقت اور عدل کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہو۔

فتوحات

آپ نے حضرت عمرؓ کی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ طرابلس۔ الجزائر۔ مراکش۔ جرجان۔ طبرستان۔ افغانستان۔ آرمینیہ سلطنت اسلامیہ میں شامل کئے گئے۔ آپ کے عہد میں بحری جنگ کا آغاز ہُوا۔ قیصر روم کے جنگی بیڑے کو شکست فاش ہوئی اور قبرص فتح ہُوا۔ مصر۔ آذر بائیجان اور خراسان کے باغیوں کی سرکوبی کی گئی۔

رفاہِ عام

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے چھ برس بہت امن سے گزرے اور ان میں ہر قسم کی ترقی ہُوئی۔ بیت المال کی آمدنی بڑھ گئی۔ وظیفہ داروں کے وظیفوں میں اضافہ کیا گیا۔ اور نقد امداد کے علاوہ کھانا بھی مقرر کیا گیا۔ مسجدیں۔ سڑک۔ پُل۔ ضیافت خانے۔ چوکیاں۔ سرائیں تعمیر کرائی گئیں۔ مدینہ کو سیلاب سے بچانے کے لئے بند باندھا گیا غرض آپ نے رفاہِ عام کے لئے ہر ممکن کام کیا۔

حضرت عثمانؓ کاتبِ وحی اور حافظِ قرآن تھے۔ خلیفہ ہوکر بھی آپ دین کی اشاعت کرتے رہے۔ تمام صحابہ کرامؓ اپنے عمل سے اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان سے متاثر ہو کر قومیں کی قومیں "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کی مصداق بن گئیں۔ انہوں نے ایک شخص کو بھی جبر سے مسلمان نہیں کیا۔ حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کی نقلیں تمام دُنیائے اسلام میں شائع کیں۔ آپ اسلامی اخلاق کے پیکر تھے۔ انتہائی باحیا اور سخی ہونے کے علاوہ بے نفس۔ نرم مزاج۔ حلیم۔ رقیق القلب۔ عابد۔ زاہد۔ متواضع۔ مہمان نواز اور خدا ترس تھے۔ ہر سال حج کرتے تھے۔ ہر ہفتہ میں دو تین روزے رکھتے تھے۔ رات کا اکثر حصّہ نماز اور تلاوت میں صرف کرتے تھے۔ بڑی بڑی رقموں سے دوستوں۔ رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔ چونکہ غنی تھے۔ اس لئے بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔ اعتراض اور طعن و تشنیع پر صبر کرتے اور قدرت کے باوجود انتقام نہ لیتے تھے۔ امیر کبیر اور زمانہ کے سب سے بڑے حکمران ہوتے ہوئے سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ قبر اور حشر نشر کے متعلق آیتیں سُن کر زار زار روتے تھے۔ قبرستان سے گزرتے تو آبدیدہ ہوکر فرماتے "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار" قبر جنّت کے باغوں میں ایک باغ ہے یا جہنّم کے گڑھوں میں ایک گڑھا ہے یعنی یہ جنّت اور جہنّم کی پہلی منزل ہے۔ اگر آسان ہے تو اس کے بعد جنّت ہے ورنہ جہنم۔

ملفوظات

فرماتے ہیں:-

(۱) دُنیا کی محبّت دل کی تاریکی ہے۔ اور آخرت کی محبت دل کا نور ہے۔

(۲) جو دُنیا کی محبت ترک کرتا ہے اس سے اللہ محبّت کرتا ہے۔ جو گناہوں کو ترک کرتا ہے اس سے ملائکہ محبت کرتے ہیں۔ جو لوگوں سے لالچ نہیں رکھتا اس سے لوگ محبّت کرتے ہیں۔

(۳) مَیں نے چار کاموں میں عبادت کی لذّت پائی۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل اس کی ممنوعات سے اجتناب۔ حصولِ ثواب کے لئے امر بالمعروف۔ اس کے غضب سے بچنے کے لئے نہی عن المنکر۔

(۴) چار کام ایسے ہیں جن کا ظاہر فضیلت اور باطن فرض ہے۔ صالحین کی صحبت فضیلت ہے اور ان کی اقتدا فرض ہے۔ قرآن کی تلاوت فضیلت ہے اور اس پر عمل فرض ہے قبور کی زیارت فضیلت ہے اور ان کے لئے تیاری فرض ہے۔ مریض کی عیادت فضیلت اور اس سے وصیّت لینی فرض ہے۔

(۵) متقی کی پانچ علامتیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہے جس سے دین کی اصلاح ہو۔ اپنے نفس اور زبان پر قابو رکھے۔ دُنیا کی کوئی بڑی چیز بھی حاصل ہو تو اُسے غنیمت سمجھے۔ ایسی حلال چیز بھی نہ کھائے جس میں حرام کی آمیزش کا شبہ ہو۔ یہ خیال کرے کہ سب کی بخشش ہوگئی اور مَیں ہلاک ہوگیا۔

(۶) مومن کو چھ قسم کا خوف ہوتا ہے۔ اوّل اللہ تعالےٰ سے کہ اس کا ایمان سلب کرلے۔ دوسرے ملائکہ سے کہ وہ اس کے گناہ لکھ لیں۔ تیسرے شیطان سے کہ اس کے عمل کو باطل کر دے۔ چوتھے ملک الموت سے کہ اچانک اس کی روح قبض کرلے۔ پانچویں دُنیا سے کہ اس کی محبت میں مبتلا ہوکر آخرت سے غافل ہو جائے۔ چھٹے اہل و عیال سے کہ ان میں مشغول ہوکر اللہ کو بھول جائے۔

(۷) اس شخص پر تعجب ہے جو موت کا یقین رکھنے کے باوجود ہنسے اور دُنیا کو فانی جانتے ہُوئے اس سے محبت کرے۔ اور قضا و قدر کا قائل ہوتے ہوئے کسی چیز کے فوت ہونے کا غم کرے۔ اور حساب کا عقیدہ رکھتے ہوئے مال جمع کرے اور جہنّم کو مانتے ہوئے گناہ کرے۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہُوئے غیر کو پُکارے اور جنّت کو برحق سمجھتے ہُوئے دُنیا سے راحت پائے۔ اور شیطان کو دشمن تصوّر کرتے ہُوئے اس کی اطاعت کرے۔

(۸) عارف کی علامتیں یہ ہیں۔ قلب میں خوف و رجا۔ زبان پر حمد و ثنا۔ آنکھوں میں حیا و بکا۔ اہل دُنیا سے استغنا اور اللہ کی رضا کی طلب۔

(۹) پانچ نمازوں کی پابندی کرنے والے سے اللہ محبت کرتا ہے۔ اس کے قوتے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب عبد الغفار صاحب بی اے بی ٹی گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ اسمٰعیل خان)

جہاں رحمت برستی ہے خدا کی
وہ بستی ہے محمد مصطفٰے کی

اعترافِ عظمت کے لئے بھی با عظمت انسان ہونا ضروری ہے۔ مَیں نے مصر کی روایتی بڑھیا کی طرح یوسفؑ کی خریداری کا ہر بار عزم کیا یعنی چاہا کہ ماہ عرب کی سیرت بیان کروں۔ لیکن ہر بار ناکامی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ آج خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے یوسفِ ہر دو سرا۔ حبیبِ کبریا۔ احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور پیدائش بیان کرنے کا سنہری موقع مل رہا ہے۔

پیدائش۔ وجدان نے چودہ سو سال کی اُلٹی زقند لگاکر پہلے زمانہ کے واقعات کو تخیل کی نظر سے دیکھا۔ دُنیا بد اعمالیوں سے ظلمتکدہ بنی ہوئی تھی۔ کفر کی کالی گھٹا ہر طرف تُلی کھڑی تھی۔ عصیاں کی بجلیاں آسمان پر کوند رہی تھیں۔ نیکی نفس کی طغیانیوں میں گھری ہوئی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ وہ راہ سے بھٹکی ہوئی آس اور یاس کی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ اور وہ سرِ راہ دو زانو ہوکر عالم یاس میں سینے پر ہاتھ باندھے گردن جھکائے مصروفِ دُعا ہوگئی۔ اور نہایت عجز والحاح سے دست بستہ ہوکر بولی۔ اے نور وظلمت کے پروردگار! مَیں غریب اس پُر ہول اندھیرے میں کب تک بھٹکتی پھروں اے آقا! اپنے کرم سے اس نور کا ظہور کر۔ جو ظلمت کدہ دہر کو منور کردے۔ وہ نور پیدا کر جو بے بصر کو طاقتِ دید بخشے۔ اُس نے آمین آمین کہہ کر سر جھکایا۔ یک بیک اُس کے دل میں خوشی کی لہر اُٹھی۔ اور اُس کے رخسار نو شگفتہ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح شاداب نظر آنے لگے۔ کیونکہ اِسے قبولیت دُعا کا القا ہو رہا تھا۔ پھر اُس نے آہستہ آہستہ ستاروں سے زیادہ روشن آنکھیں کھولیں۔ کفر کی گھٹائیں چھٹ رہی تھیں۔ اُفق مشرق پر محبت کی کہانی سے زیادہ دلکش پو پھٹ رہی تھی۔ آفتاب ہدایت کے طلوع کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹۔ ربیع الاوّل دو شنبہ کی مبارک صبح کو قدسی آسمان پر جگہ جگہ سرگوشیوں میں مصروف تھے کہ آج دُعائے خلیل اور نویدِ مسیحا مجسم بن کر دُنیا میں ظاہر ہوگی۔ حوریں جنّت میں تزئینِ حسن کئے بیٹھی تھیں کہ آج صبح کائنات کا غازہ نمودار ہوگا۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی شرک اور کفر کی ظلمت کافور ہو جائے گی۔ لوگ اپنے پروردگار کو پہچاننے لگیں گے۔ غلام اور آقا۔ محمود و ایاز ایک ہو جائیں گے شبنم نے عالم ملکوت کی اس گفتگو کو سُنا اور یہ پیام مسرت کرہ ارض کے کانوں تک پہنچایا۔ وہ خوشی سے کھل گئے۔ کلیاں مُسکرانے لگیں۔ دن کے نو بجے بی بی آمنہ کے بطن سے وہ لعل جہاں تاب پیدا ہُوا جس کے لئے قعرِ مذلت میں گری ہوئی انسانیت کو اُٹھانا۔ غریب اور غلام کو بڑھانا۔ عورت کے حقوق مرد کے برابر کر دکھانا ازل سے مقدر ہوچکا تھا۔

وہ نومولود زچہ خانہ میں مُسکرایا۔ اس کائناتِ ارضی کا ذکر کیا ہے۔ فضائے ملکوت میں بھی خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ دُنیا کو سچی خوشی کا سبق اسی سے ملنے والا تھا۔ کُفر سجدہ میں گر گیا۔ ادیانِ باطلہ کی نبضیں چھوٹ گئیں۔ دین و دُنیا پر مستقل ترقی کے دروازے کُھل گئے۔ کائنات کی خوابیدہ قوتیں بیدار ہوکر مصروفِ عمل ہوگئیں۔ انسانیت کی تعمیر۔ اخوّت ومساوات کی خوشگوار بنیادوں پر شروع ہوئی متلاشیانِ حق کو ایسا عرفانِ الٰہی عطا ہُوا کہ ماسوی اللہ کا خوف خود بخود دل سے جاتا رہا۔

عبد المطلب کو جب معلوم ہُوا کہ علم و اخلاق کی حدِ کمال نے انسانی پیکر اختیار کرلیا ہے۔ تو دل سے دُعائیں نکلنے لگیں اور اس خیال سے کہ یہ مولود انسان کا ممدوح ہو اس کا نام محمدؐ رکھا۔

انسانیت کے اس کمال کا عالم وجود میں آنا انسانوں کے لئے کس قدر باعث برکت ہے۔ اس کا حال دُنیا میں پھیلی ہوئی روشنی۔ علم اور ترقی تہذیب سے پوچھو۔ مسلمان اس دن کو یاد کرکے جتنا مسرور ہو کم ہے۔

اب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عفو و درگذر کی روشن امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔

عفو و درگذر وہ آئینہ ہے۔ جس میں نفس کی کیفیات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اسی میں اولوالعزمی، رفعتِ شان، بے لوث اغراض اور بہادری کی اصلی صفات منعکس ہوتی ہیں۔

مشاہیر عالم بلکہ تمام انسانوں کی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوز و فلاح، فتح و نصرت، ہمدردی، مودت و عطا اور عفو و درگذر کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے، کہ آنحضرتؐ نے اہل مکّہ و طائف اور اُن بانیانِ فتنہ و شر کے ساتھ، جنھوں نے آپ کو ایذائیں پہنچانے اور ظلم و ستم روا رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ کس قسم کا سلوک و برتاؤ کیا اور کس درجہ عفو و درگذر سے کام لیا۔

فتح مند لشکر کے مکّہ میں پہنچنے سے قبل ابوسفیان اپنے تین آدمیوں کے ساتھ آپؐ کی فوج کا جائزہ لینے کے لئے نکلا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ آنحضرت سے جنگ کرنے کی اُس میں طاقت نہیں، اتنے میں حضرت عباس نے اسے دیکھ لیا۔ تو آپ نے آنحضرتؐ کے خچر پر اس کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور خفیہ طور پر لشکر گاہ میں پہنچے۔ تاکہ ابوسفیان اور مکّہ والوں کے لئے امن طلب کریں مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ آنحضرتؐ کا عم (چچا) آپؐ کے خچر پر بیٹھا ہُوا ہے تو دل میں طرح طرح کے منصوبے تراشنے لگے۔ جب یہ خچر عمرؓ بن خطاب کے سامنے سے گزرا۔ تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ کو پتہ چلا کہ ابوسفیان خچر پر سوار ہے۔ تو کہا کیا ابوسفیان خدا کا دشمن؟ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے بغیر کسی معاہدہ کے تجھے مغلوب کر دیا۔ آپ اُس کو آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور کہا کہ مجھے حکم دیجئے کہ مَیں اس عدوئے اسلام کی گردن اُڑا دوں۔ کیونکہ خدا نے اس پر بغیر کسی عہد و پیمان کے قدرت عطا کردی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوسفیان آج کی شب حضرت عباس کے گھر گذارے گا۔ جب صبح ہوئی تو یہ حاضر کیا گیا۔ اور اس وقت اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اور آپ نے اس سے درگذر فرمایا۔ حضرت عباس نے کہا۔ یا رسول اللہ! ابوسفیان عزّت پسند شخص ہے اسے آپ کچھ عطا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا بیشک جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو امان ہے۔ اور جو کوئی اپنا دروازہ بند کر دے اُس کو بھی امان ہے۔ اور جو مسجد میں داخل ہو جائے اُس کو بھی۔

اس سے بڑھ کر عفو و درگذر کی کوئی نظیر ہو سکتی ہے؟ یہ وہی ابوسفیان ہے

جس نے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور چالیں چلیں۔ ظلم و ستم بے رحمی اور بیدردی کو اپنا کر مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف اور مصائب میں پھنسایا۔ جس نے جنگِ اُحد میں رسول اکرمؐ کو زخمی کیا یہ وہی ابو سفیان ہے؟! جو عبد مناف کی اولاد میں نافرمان نکلا۔ جس نے آنحضرتؐ اور بنو ہاشم کے خلاف " " اور سم کی مدد کی۔ بلکہ ہر بُرائی اور کینہ پروری سے اس کا دل بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے ایسے ظالم دشمن کو نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ اس کی عزت افزائی میں کوئی کسر باقی نہ اُٹھا رکھی۔ اس سے بڑھ کر انعام و اکرام کی اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہ آپ نے اُس کی زندگی بخش دی۔ یہی سلوک آپؐ نے دیگر مغلوب دشمنوں کے ساتھ روا رکھا۔ کہ بطور انعام و عطایا کے اُن کو اُن کی زندگیاں اور جاہ و حشمت بخش دیا۔ انسانی تاریخ میں اس فراخ حوصلگی۔ تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کی مثال کہیں ڈھونڈنے سے مل سکتی ہے؟

یہاں پر آپؐ کے عفو و درگزر کو پیش کرنے کے لئے ایک حبشی غلام کی مثال پیش کرنا ہی کافی ہے۔ جس نے آپ کو رنج و غم میں مبتلا کر دیا، مسلمانوں میں غیظ و غضب کے جذبات پیدا کر دیئے اور طرح طرح کی آفتوں میں ان کو گھیرے رکھا۔ یہ وحشی کے کے نام سے مشہور ہے۔ اسی نے ہی حضرت حمزہؓ کو شہید کرا کے ہندہ سے اس کا کلیجہ چبوایا تھا۔ وہی وحشی کہتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ آپؐ نے جب میری طرف دیکھا تو فرمایا کون؟ وحشی ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا اور مجھ سے فرمایا کہ حمزہؓ کو تو نے کس لئے قتل کیا تھا۔ چنانچہ میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا اس کے بعد آپؐ نے فرمایا افسوس ہے تم پر۔ تو مجھ سے اپنا چہرہ چھپا لے۔ تاکہ میں تجھے نہ دیکھ سکوں۔ وحشی کی روایت ہے کہ میں آپ کے انتقال تک بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چہرہ پر نقاب ڈالے رہتا تھا۔ تاکہ آپ کی نگاہیں میرے چہرہ پر نہ پڑیں۔ لیکن آپؐ نے معاف کر دیا تھا۔

ضبط و نفس اور عفو و درگزر کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک ایسے شخص کو جس کا چہرہ دیکھنا آپ گوارا نہیں کرتے تھے۔ جو آپ کے چچا کا قاتل اور ایسا غلام جس کا خاندان و نسب غیر معروف ہے آپ معاف کر دیتے تھے۔ لیکن مسلمان اس سے ایسا ہی انتقام لینے کے لئے بے تاب ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اُس نے حضرت حمزہؓ کے قتل کے سلسلہ میں لیا تھا۔

اب آپ ذرا اسلام کے بطل اعظم کی رحمت و رافت کی روح رواں کو بھی ملاحظہ فرمائیے

آپؐ کی رحمت پوری دُنیا کے لئے عام تھی۔ آپؐ مسلمانوں اور مشرکوں پر احسان اور بھلائی کیا کرتے تھے۔ فقیروں، مسکینوں اور کمزوروں کے ساتھ آپؐ کو بے حد محبت تھی۔ فقراء کے ساتھ تو آپؐ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے خدا سے دُعا مانگی تھی۔ کہ زندگی اور موت کے بعد اُنہیں میں آپؐ کو باقی رکھے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے "اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت کے ساتھ اُٹھا۔" حضرت عائشہ رضؓ نے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ ایسا کس لئے فرمایا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیونکہ یہ لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ اے عائشہ رضؓ! مسکین کو خالی ہاتھ مت لوٹانا۔ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی سہی۔ اُسے دے دینا اے عائشہ! مسکینوں سے محبت رکھ اور اُن کی قربت میں رہ۔ خداوند تعالیٰ بھی تجھے قیامت کے دن اپنے قریب کرے گا۔

الغرض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رحمت و شفقت اور تائید ایزدی کے ذریعہ جو آپؐ کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ فقراء و مساکین کی شان، عظمت اور اُن کی توقیر منزلت کو دوبالا کیا کرتے تھے۔ کمزوروں کی دستگیری، بیواؤں کی غمگساری اور ہمدردی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ "تم اپنے مسکین اور کمزور آدمیوں کو میرے روبرو پیش کرو۔ کیونکہ اُنہی لوگوں سے ہی تم فتح و نصرت اور دیگر اقوام پر غلبہ پا سکتے ہو۔" آپ کو غلاموں سے بھی بے حد محبت تھی۔

بس اب میں اپنے مضمون کو زیادہ طویل نہیں کرنا چاہتا اور مختصراً عرض کر دینے کے بعد اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے دُنیا کو مسرتوں سے بھر دیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس خوشگوار یاد کو دل میں تازہ رکھنے کے لئے کیا کیا؟ مولود پڑھا۔ نعتیں سُن کر رات آنکھوں میں کاٹی۔ اور جب عین نماز فجر کا وقت ہوا تو سو گئے۔ ہندوستان میں میلاد کی محفلوں پر اربوں روپے صرف ہوئے۔ مگر مسلمانوں کے پاس اپنی اور انسانیت کی تعمیر کے لئے پائی تک نہیں۔

کاش مسلمان اس دن اپنے چندوں سے تربیت اطفال کے لئے مرکز قائم کریں۔ تاکہ اولوالعزم بچے پیدا ہوں۔ جو تعلیم اسلام کو عام کریں اور دُنیا سے اپنا لوہا منوائیں۔ دُنیا کے سب سے بڑے خادم اور بطل اعظم کی یاد تعمیری کام سے منانی چاہیئے۔ صرف نعتیں پڑھ دینے سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشن کو تقویت نہیں پہنچ سکتی۔ باتوں سے نہیں عمل سے اسلام کا بول بالا کرو۔ اور ہمیشہ مخلوق کی خدمت کے لئے مواقع تلاش کرو۔ اور دُعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو ایسے نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کو ہادیِ اعظم، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کے نقش قدم پر چلنا سکھائے اور ایسے الفاظ منہ سے نہ نکلوائے جس سے اُس کی خفگی نمایاں ہو۔ (آمین)

نبی کا اسوۂ حسنہ مجھے یہ درس دیتا ہے ...

کسبِ حلال

(از جناب عبدالرحمن صاحب بی اے بی ٹی عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

حکایات الصالحین

۱۔ حضرت ابو بن ادھم بادشاہی کو چھوڑ کر ایک عام لکڑہارا بن گئے۔ کلہاڑے سے لکڑیاں کاٹتے اور سر پر اُٹھا کر شہر مکہ میں بیچتے ہیے۔ حلال کے رزق کمانے اور کھانے سے اُن کی محبت اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ بڑھتی گئی۔ خدا کی عبادت میں اُنہیں خاص لذت محسوس ہوتی۔ ایک روز بازار سے کھجوریں خریدنے کے لئے گئے۔ ترازو کے پلڑے سے دو چار کھجوریں گر گئیں اُنہوں نے یہ سمجھ کر کہ گری ہوئی کھجوریں شاید میری ہیں اُٹھالیں۔ لیکن در اصل وہ وزن سے زائد تھیں۔ جو دوکاندار کا حق تھا۔ لیکن یہ مشتبہ مال کھانے ہی سے عبادت میں جو سرور اور تسکین حاصل ہوتی تھی وہ جاتی رہی۔ حالانکہ اُنہوں نے وہ کھجوریں جان بوجھ کر نہیں کھائی تھیں۔ اس بات پر وہ پریشان رہنے لگے۔ آخرکار اللہ تعالےٰ نے بذریعہ کشف اُن دو چار کھجوروں کے کھانے کی وجہ بتلائی وہ اللہ تعالےٰ سے معذرت خواہ ہوئے اور ذکرِ الٰہی کی لذت اُنہیں پھر نصیب ہونے لگی۔

۲۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ میں ایک روز قریب الموت شخص کی عیادت کے لئے گیا۔ میں نے بار بار کلمۂ شہادت پڑھنے کو کہا۔ مگر اُس کی زبان سے نہ نکلتا تھا۔ وہ شخص بولا یا شیخ! ایک پہاڑ ہے کہ جو کلمہ کا قصد کرتے ہی میری طرف بڑھتا ہے۔ پوچھا تیرا پیشہ کیا تھا؟ بولا مال فروخت کرنے میں دھوکے سے کام لینا، کم دینا اور کم تولنا تھا۔ اسی گناہ کی شامت ہیں اس زبان پہ کلمہ جاری نہ ہوتا تھا۔

۳۔ امام اعظمؒ کا بہت بڑا کاروبار اِسی دیانت اور امانت کے ساتھ جاری تھا۔ کہ ممکن نہ تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طور پر آپ کے خزانہ میں داخل ہوسکے۔ دیانت کو قائم رکھنے اور حلال روزی کھانے کے جوش میں آپ ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے نقصان کی بھی چنداں پروا نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے گماشتہ حفص بن عبدالرحمن کے پاس ریشم کے تھان بیچنے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں نمبر کے تھان میں عیب ہے فروخت کے وقت خریدار کو اُن کے اس عیب سے واقف کر دینا۔ حفص کو اپنے آقا کی ہدایت کا خیال نہ رہا اور تمام تھان فروخت کر ڈالے۔ آپ نے اُن تھانوں کی قیمت جو تیس ہزار روپیہ تھی بلا تامل و تکلف خیرات کر دی۔ کیا اس دیانتداری اور حلال روزی کے اس جوشِ اہتمام کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے؟

اسی طرح ایک عورت ریشم کا ایک تھان بیچنے کے لئے آپ کی دوکان پر آئی۔ قیمت پوچھی تو سو درہم بتائے۔ آپ نے فرمایا کم ہیں۔ اس نے کہا دو سو۔ آپ نے فرمایا یہ تھان پانصد درہم سے کم قیمت کا نہیں ہے۔ وہ عورت سمجھی کہ امام صاحب ہنسی میں ایسا فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ نے اسی وقت پانصد درہم گن کر اُس عورت کو دیدیئے۔

بہرِ طاعت لقمۂ باید حلال
تا نیفزاید ترا رنج و ملال
لقمۂ شبہ چو افتد در شکم
قوتِ اُو میکند سر رشتہ کم
چوں بخواہی لقمہ اے ناداں ز آز
نفس گرداند دہانِ حرص باز

ترجمہ۔ عبادت کے لئے حلال کا لقمہ درکار ہے تا کہ تجھے رنج و ملال نہ بڑھائے۔ شبہ کا نوالہ جب پیٹ میں پڑتا ہے۔ اُس کی قوت اصل مدعا کو کم کر دیتی ہے جبکہ تو اے نادان حرص کا نوالہ چاہتا ہے۔ تو نفسِ امّارہ حرص کا مُنہ کھولتا ہے۔
(مثنوی بوعلی شاہ قلندر)

اے ایمان والو۔ مت حرام ٹھیراؤ۔ وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال و پاکیزہ ہو۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ جس پہ تم ایمان رکھتے ہو۔

سورہ مائدہ رکوع ۱۲ پارہ ۷

کوئی آسمانی کتاب آج تک ایسی جامع، معتدل، فطری تعلیم انسانی ترقیات کے ہر شعبہ کے متعلق پیش نہیں کرسکتی جو قرآن کریم نے ان دو آیتوں میں پیش کی ہے۔

ان آیتوں میں حق تعالےٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ حلال وطیب چیز کو اپنے اُوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھیرالیں نہ صرف یہی بلکہ ان کو خدا کی پیدا کی ہوئی حلال طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی ہے۔ شرط یہ ہے کہ حد سے نہ بڑھیں۔ اور خدا سے ڈرتے رہیں۔ نہ غلو کریں اور نہ افراط و تفریط بلکہ متوسط اور معتدل راستہ اختیار کریں۔

ارشاداتِ نبویؐ

۱۔ خدا تعالےٰ پاک ہے۔ اس لئے وہ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو فرمایا ہے۔ وہی مومنین کو فرماتا ہے۔

۲۔ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ انسان حلال اور حرام کی کچھ تحقیق نہیں کریگا۔ بلکہ ہر شے کو اپنے قبضہ میں کرنا اچھا سمجھے گا۔

۳۔ حلال بھی ظاہر شے ہے اور حرام بھی ظاہر۔ اور اس کے درمیان بہت سے درجے ہیں۔ جن میں بہت سے لوگ تمیز نہیں کرسکتے۔ جو شخص ان شبہات سے محفوظ رہا گویا اس کی آبرو اور دین دونوں پاکیزہ ہوگئے۔ اور جس شخص نے ان شبہات سے پرہیز نہ کیا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔

۴۔ تمہارے کھانوں میں عمدہ وہ کھانا ہے جو تم نے خود کمایا ہو اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہی میں سے ہے۔

۵۔ جس جسم کی پرورش مالِ حرام سے ہوئی ہو وہ جنت میں داخل نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ اس پروردہ حرام گوشت کی آگ زیادہ مستحق ہے۔

۶۔ انسان اُس وقت متقی ہوتا ہے۔ کہ اتقاء کے اعتبار سے مشکوک امر چھوڑ کر غیر مشکوک امر کو اختیار کرے۔

۷۔ گانے بجانے کے آلات خرید و فروخت نہ کرو۔ کیونکہ ان کی قیمت حرام ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس فن کی کسی شخص کو تعلیم نہ دو۔

اپنے باطن کو اخلاقِ حمیدہ سے سنوارو

(از جناب محمد شفیع عمرالدین - دفتر دار میرپور خاص)

حدیث - (عن ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ

(مشارق الانوار بحوالہ مسلم)

ترجمہ - بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا - لیکن تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے -

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

(۱)

صد جوالِ زر بیاری اے غنی
حق بگوید دل بیار اے منحنی
گر زِ تو راضی ست دل من راضیم
ورز معرض بود، اعراضیم
ننگرم در تو، دراں دل بنگرم
تحفۂ او را آر اے جاں درِیَم

(۲)

آئینۂ دل صاف باید تا درو
وا شناسی صورت زشت از نکو

(۳)

زاید از لقمہ حلال اندر دہان
میلِ خدمت عزم رفتن آں جہان
زاید از لقمہ حلال اے مرحضور
در دلِ پاک تو و در دیدۂ نور

تشریح

۱ - اگر تو بے دلی سے بغیر اخلاص کے ایک سو بوری سونے کی پیش کریگا تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ وہ دل پیش کر جس میں اخلاص اور للّٰہیّت ہو - نیز اگر تو نے ضمیر فروشی وغیرہ نہیں کی بلکہ ضمیر کی آواز کو ہمیشہ لبیک کہہ کر اپنے دل کو راضی رکھا ہے تو مَیں تجھ پر راضی ہوں اور اس کے برعکس اگر تو ضمیر کی آواز کو ہمیشہ ٹھکراتا رہا اور دل کو ماسوٰی اللہ تعالےٰ میں گرفتار رکھا ہے اور میری طرف متوجہ نہیں رکھا تو مَیں بھی تجھ سے اعراض کروں گا - کیونکہ مَیں تیرے ظاہر کو نہیں دیکھتا - بلکہ میری نظر تیرے قلب پر ہے کہ اس میں کس حد تک اخلاص اور توجہ الی اللہ کا جذبہ موجزن ہے -

۲ - لہٰذا اپنے دل کے آئینے کو بغض، حسد، کینہ، فریب، جھوٹ وغیرہ سب بُری خصلتوں سے پاک و صاف رکھنا چاہیئے - تاکہ اس کو نیک و بد، اچھے بُرے کی تمیز ہو جائے -

۳ - یاد رکھیں لقمۂ حلال سے ہی دل میں خدمتِ خلق اور آخرت میں کام آنے والے اعمال کے کرنے کا جذبہ اور شوق بڑھتا ہے - حلال لقمہ سے ہی قلب کی پاکی اور تقوٰی اور آنکھوں میں اس نور کی جو ہدایت اور گمراہی کی تمیز کرسکے، کی فراوانی ہوتی ہے -

قلب کی صفائی کا نسخہ حضرت سیّدنا و مرشدنا امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کی زبانی بھی سنئے - آپ فرماتے ہیں :-

" آدمی تا زمانیکہ بدنس تعلقات پراگندہ متلوث است محروم و مہجورست صیقل مرأتِ آئینہ حقیقت جامع از زنگ محبت مادون او عزّ و جل لابد است و بہترین مصقلہا در ازالۂ زنگ اتباعِ سنت سنیہ مصطفویہ است علٰی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ مدارِ ایں بر رفع عاداتِ نفسانی و رفع رسوم ظلمانی -

ترجمہ - جب تک قلب انسانی پریشان کرنے والے تعلقات میں پھنسا ہُوا ہے - تب تک اسے تعلق باللہ سے محرومی اور دُوری ہے - یہ نہایت ضروری ہے کہ قلب کے آئینے کو غیراللہ کی محبت کے زنگار سے پاک کیا جائے - اس زنگار کو دُور کرنے کا بہترین نسخہ یہ ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سُنّت کی پیروی کی جائے - پیروی کا دار و مدار ان دو باتوں پر ہے - (۱) سب نفسانی بُری عادات کا ترک کرنا (۲) اور سب غیر شرعی اور گمراہ کرنیوالی رسومات سے کنارہ کرنا -

الحاصل ہمارا فرض ہے کہ جس طرح ہم اپنے ظاہر کو صاف اور سُتھرا رکھتے ہیں اسی طرح اپنے باطن کو بھی پاک و صاف رکھیں - ظاہر عین مطابق شریعت ہو اور باطن پر اس ظاہری حالت کا اثر نمایاں ہو جو سب رذیلہ خصائل سے پاک ہو -

اللہ تعالےٰ ہمیں اس حدیث پر عمل کی توفیق دے - آمین -

(بقیہ :- حضرت عثمان غنیؓ صفحہ ۱۰ سے آگے)

درست رہتے ہیں - ملائکہ اس کی حفاظت کرتے ہیں - اس کے گھر میں برکت نازل ہوتی ہے - اس کے چہرہ پر صالحین کی علامت ظاہر ہوتی ہے - اس کا دل نرم ہو جاتا ہے - وہ کوندنے والی بجلی کی مانند صراط سے گزر جائے گا - اور آگ سے نجات پائے گا - اور ان لوگوں میں شامل ہوگا - جن کو کوئی خوف اور غم نہ ہوگا -

(۱۰) دس چیزیں ضائع ہیں - عالم جس سے پوچھا نہ جائے - علم جس پر عمل نہ ہو - صحیح رائے جسے قبول نہ کیا جائے - ہتھیار جس سے کام نہ لیا جائے - مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے - قرآن جس کی تلاوت نہ کی جائے - مال جس میں سے خرچ نہ کیا جائے - گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے - زہد کا علم جو طالب کے سینہ میں ہو - لمبی عمر جس میں سفرِ آخرت کے لئے تحفہ نہ لیا جائے -

(۱۱) بعض طمع محتاجی ہے اور بعض ناامیدی - بے نیازی - لوگ ایسی چیزیں جمع کرتے ہیں جن سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے - اور ایسی آرزوئیں رکھتے ہیں جو پوری نہیں ہوتیں - حالانکہ وہ اس دھوکہ کے گھر میں ایک مقررہ مدت کے لئے بھیجے گئے ہیں -

(باقی پھر)

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۷) صدقہ

دربارِ الٰہی میں مقبول بندیوں کی ساتویں صفت خیرات کرنا ہے۔ انسان کو دو چیزیں زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ جان اور مال۔ اللہ تعالےٰ کی پیاری بندیاں جس طرح اپنی جان کو تکلیف میں ڈال کر (مثلاً سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنا۔ گرمی کی راتوں میں دیر سے سو کر صبح سویرے باوجودیکہ جی نہ چاہتا ہو۔ لیکن خوفِ خدا سے مجبور ہو کر میٹھی نیند سے اُٹھنا اور نماز ادا کرنا وغیرہ) خدا تعالےٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا پیارا مال (جسے راہِ خدا میں خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہاں نام و نمود کے لئے شیطانی راستہ میں انسان بآسانی خرچ کر دیتا ہے) طبیعت کو مجبور کر کے خرچ کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرتی ہیں۔ عورتوں کی عادت ہے کہ برادری میں بیاہ شادی کی رسموں پر بھاجیوں میں بیسیوں روپیہ خرچ کر دیتی ہیں۔ لیکن کسی بیوہ بہن یا یتیم بچے یا کسی دین کے کام میں چندے کے لئے کہا جائے تو چار پیسے خرچ کرنا بھی بار خیال کرتی ہیں۔

نیک بہنو! بھاجیوں میں نام و نمود کے طور پر خرچ کرنے سے سوائے نقصان اور قیامت کے دن سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اگر چاہتی ہو کہ مال خرچ کرنا تمہارے کام آئے۔ تو نیکی کے کاموں میں خرچ کیا کرو۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ صدقہ اللہ تعالےٰ کے غُصّہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے۔ جس طرح پانی آگ کو۔

(۸) صوم

خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں بخشش کی حقدار عورتوں کی آٹھویں علامت روزہ رکھنا ہے۔

میری بہنو! آپ جانتی ہیں کہ دُنیا کے سارے دھندے پیٹ پالنے کے لئے ہیں۔ اور پیٹ بھرنے کا دھندہ ہی صبح سے لے کر شام تک عورتوں کو مصروف رکھتا ہے۔ صبح سویرے اُٹھیں۔ سارے گھر کے ناشتہ کی فکر کی۔ اس سے فارغ ہوئیں تو دوپہر کے کھانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ اس سے فارغ ہوئیں تو رات کے کھانے پینے کی فکر شروع ہُوئی۔ اسی طرح ساری عمر ہوتا رہا۔ حتّٰی کہ عزرائیل علیہ السلام موت کا پروانہ لے کر سر پر آ کھڑے ہوئے اور چل بسیں۔ یادِ الٰہی کے لئے وقت ہی نہیں ملا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے سال میں ایک مہینہ تمہیں خالی کر دیا ہے۔ تاکہ کھانے پینے کا قصّہ رات کو سمیٹ سماٹ لیا کرو۔ اور رات کو بال بچوں سے فراغت پا کر یاد الٰہی میں مصروف رہا کرو۔ اور دن کو یادِ الٰہی کے لئے کافی سے زائد وقت تمہارے پاس بچ جائیگا۔ بڑوں کو تو کھانا کھانا ہی نہیں۔ اور چھوٹے بچّوں کو سحور کا بچا کھُچا کھلا دو۔ اور گیارہ ماہ میں یادِ الٰہی میں جو کسر باقی رہ گئی ہو۔ وہ اس رحمت کے مہینہ میں پوری کر لو۔ اس مہینہ میں نفل پڑھوگی تو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر درجہ ملے گا۔ اور اگر فرض ادا کروگی تو دوسرے مہینوں کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا۔

فضیلت ماہِ رمضان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے۔ درآنحالیکہ وہ ایماندار تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے رکھے تو اُس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے اور جس شخص نے رمضان کی راتوں میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی۔ درآنحالیکہ وہ ایماندار تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کی خاطر عبادت کی تو اُس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائینگے۔

بہنو! اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ تمہیں ان نیک کاموں کی توفیق دے۔ اور عذابِ الٰہی سے بچائے۔ آمین۔

(۹) حفظُ الفروج

خدا تعالےٰ کی نیک بندیوں کی نویں علامت پاکدامن ہونا ہے۔ پاکدامن عورت اپنے گھر۔ سارے خاندان۔ بلکہ سارے شہر کے باشندوں کی نگاہ میں عزّت سے دیکھی جاتی ہے۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ سکھ ہوں یا عیسائی اور بدچلن عورت کو ہر شخص حقارت اور ذلّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ہر شخص اسے بے حیا۔ بدمعاش کمینی اور لُچّی خیال کرتا ہے۔ یہ تو دُنیا کی ذلّت ہے۔ آخرت کی سزا ملاحظہ ہو۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُس جہان کی سیر کی وہاں دیکھا کہ آگ کا ایک تنور ہے۔ اُس میں ننگے مرد اور عورتیں جل رہی ہیں۔ اس تنور میں اُبال آتا ہے تو وہ اُوپر آجاتے ہیں جب تنور کے مُنہ کے قریب آتے ہیں۔ تو پھر وہ اُبال نیچے چلا جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ فرشتے نے عرض کی کہ یہ زناکار ہیں۔

اے اللہ۔ تو اپنے فضل و کرم سے تمام مسلمان بہنوں کو دُنیا اور آخرت کی اس ذلّت سے بچا۔ آمین! ثم آمین!

(۱۰) کثرتِ ذکرِ الٰہی

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیوں کی دسویں علامت اللہ تعالےٰ کو بہت زیادہ یاد کرنا ہے۔ بہت زیادہ یادِ الٰہی کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط ایسے کلمات کا ورد کرتی رہتی ہیں۔ خواہ سارے کلمات پڑھیں یا ان میں سے کسی ایک کلمے کا ورد کریں۔ یا قرآن شریف اٹھتے بیٹھتے پڑھیں یا دین کی کتابوں کا زیادہ مطالعہ کریں۔

حدیث شریف

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۸۳)

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی اور بادشاہ محافظ ہے۔ اور خاوند اپنے گھر والوں پر محافظ ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں پر محافظ ہے۔ پس ہر ایک تم میں سے محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اپنی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔

عورتوں سے خطاب

چونکہ اس مضمون میں اپنی مسلمان بہنوں سے خطاب ہے۔ اس لئے گزشتہ حدیث شریف میں فقط اتنے حصہ کی تشریح کیجئیگی جتنے کا تعلق عورتوں سے ہے اور وہ یہ ہے "عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں پر محافظ ہے۔"

تشریح

مرد کی تین چیزیں عورت کے سپرد ہیں۔ عزت۔ مال اور اولاد۔

حفاظتِ عزت

عزت کی حفاظت کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی اجازت کے سوا کسی کو گھر میں نہ آنے دے۔ اور جس شخص سے بات کرنے میں مرد ناراض ہوتا ہے۔ اس سے بات نہ کرے۔ جس کے گھر جانے سے مرد روکتا ہے۔ وہاں نہ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مرد تو دفتر، کارخانے یا دکان پر جائے اور عورت برقع اوڑھ کر سیر کرنے کے لئے ادھر اُدھر چلی جائے۔ ایسا کرنا خیانت ہے اور یقیناً گناہ ہے۔ بارگاہِ الٰہی سے اس کی سزا ملے گی۔

خاوند کی فرمانبرداری کا نتیجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس عورت نے پانچ وقت کی نماز ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے خاوند کی فرمانبردار رہی وہ عورت بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

حفاظتِ مال

مرد جو مال کما کر لاتا ہے عورت کے پاس وہ بطورِ امانت ہے۔ عورت کا فرض ہے۔ کہ مرد کی امانت اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ مثلاً بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر اس کے اپنے رشتہ دار آ جائیں تو دودھ، ملائی، پھل، حلوہ گوشت، سویاں اور پلاؤ وغیرہ دل کھول کر پکاتی اور کھلاتی ہیں۔ حالانکہ مرد اتنی خوشامد اور اس فضول خرچی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایسا کرنا خیانت ہے۔ کھلانے والی گنہگار اور کھانا شرعاً حرام ہے۔ اور اگر کھانے والیوں کو اس ناراضگی کا علم ہے تو وہ گنہگار اور عند اللہ مستحق سزا ہیں۔ یا مثلاً بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ اعلیٰ اور قیمتی کپڑے پہننا چاہتی ہیں۔ مرد تو ایسے کپڑے خرید کر کے لا نہیں دیتا۔ اب گلی کوچے میں کپڑا بیچنے والوں سے خود بھاؤ ٹھیرا کر خرید کر لیتی ہیں۔ وہ گویا مرد کے مال کو اس کی مرضی کے خلاف خرچ کر کے عند اللہ مجرم بنتی ہیں۔

تنبیہ

مسلمان بہنو! یاد رکھو مرد کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کپڑا خرید کر اور پہن کر عبادت بھی کرو گی تو قبول نہیں ہوگی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ قیامت کے دن شاہنشاہ کی عدالت میں یہ سوال ہوگا کہ جو روپیہ تمہارے پاس آیا تھا وہ تم نے کہاں کہاں خرچ کیا؟

حفاظتِ اولاد

مرد چونکہ بال بچوں کی ضروریات کی فکر میں کمانے کے لئے باہر چلا جاتا ہے۔ اور اولاد گھر میں ماں کے پاس رہتی ہے ماں جس طرح چاہے بچوں کی تربیت کرے۔ ماں اگر نیک بخت ہے جھوٹ نہیں بولتی۔ گلہ نہیں کرتی۔ اور گلہ کرنے والیوں کو بُرا سمجھتی ہے۔ نماز کی پابند ہے نماز نہ پڑھنے والیوں کو بُرا خیال کرتی ہے روزہ باقاعدہ رکھتی ہے اور روزہ نہ رکھنے والیوں کو خدا تعالیٰ کی نافرمان سمجھتی ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کرتی ہے۔ گالی گلوچ نہیں دیتی اور بچوں اور بچیوں کے اندر بھی اسی قسم کے اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ماں جھوٹی اور گلہ کرنے والی۔ بد زبان۔ فضول خرچ اور بے دین ہے تو بچوں کے اندر بھی یہی بُری صفتیں پیدا ہوں گی۔ اور یہ بچپن کی بُرائیاں اخیر عمر تک رہیں گی جن کے نتائج دُنیا اور آخرت میں انہیں بھگتنے پڑینگے۔ اور یہ سب نالائق ماں کا بیج بویا ہوا ہوگا علاوہ اس کے ایک بہت بڑی غلطی عورتوں میں یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کو نہیں سمجھتیں۔ خاص کر یہ غلطی لڑکیوں کے متعلق اُن سے زیادہ واقع ہوتی ہے۔ وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ بیٹی کو کھلانے پلانے عمدہ کپڑے پہنانے اور بیمار ہو جائے تو سمجھدار حکیم یا ڈاکٹر کو فیس دے کر دوا کرانے اور پال پوس کر جب گھر سنبھالنے کے قابل ہو جاتے تو شادی کر دینے سے ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس بات کا مطلق خیال نہیں آتا کہ بچیوں کو اُس خدا تعالیٰ کی پہچان کرائیں۔ جس نے انہیں پیدا کیا۔ اُس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی تلقین کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ بیٹی! تمہیں خدا تعالیٰ نے اپنی یاد کے لئے پیدا کیا ہے دُنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ مرنے کے بعد تم ایک دُوسرے جہان میں جاؤ گی۔ اگر یہاں سے نیکیاں کر کے جاؤ گی تو وہاں آرام پاؤ گی۔ اور بُرائیاں کیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں ندامت اُٹھاؤ گی اور سزا پاؤ گی۔ لہٰذا دُنیا میں فقط عمدہ کھانا کھانے قیمتی اور نفیس لباس پہننے اور بناؤ سنگار کرنے میں زندگی برباد نہ کرنا۔ اپنے متعلقین کی ضروری خدمات سے فارغ ہو کر ہمیشہ زندگی کے اصل مقصد میں مصروف رہنا۔ مسلمان بہنو! یاد رکھو قیامت کے دن تمہیں اللہ تعالیٰ کے روبرو ان باتوں کا جواب دینا ہوگا۔

آخری درخواست

مسلمان بہنو! خدائے قدوس وحدہ لاشریک لہ کا فرمان اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام عربی زبان میں تھا۔ اس عاجز نے اُردو زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔ اس پر عمل کر کے دُنیا سے جاؤ اور بارگاہ الٰہی سے عزت پاؤ۔

تنبیہ

ورنہ یاد رکھو قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کے رُوبرو یہ عذر نہیں پیش کر سکو گی۔ کہ ہم نے تیرے فرمان کا مطلب نہیں سمجھا تھا اس لئے عمل نہیں کیا۔

دُعاءِ خاتمہ

اے اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہماری مسلمان بہنوں کو ان نیکیوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ انہیں اپنی نیک بندیوں میں شامل فرما۔ انہیں گناہوں سے پاک کر کے دُنیا سے اُٹھا۔ عذاب قبر سے بچا۔ عذاب حشر سے بچا۔ عذاب جہنم سے بچا۔ اور بہشت میں جگہ عطا فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

احکام شعبان المعظم

(از جناب مولوی محمد علی صاحب کھیڑا خطیب جامع مسجد گروٹ)

فضیلت شعبان المعظم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کو اپنا مہینہ فرمایا ہے - اور رمضان المبارک کو خدا کا مہینہ - جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے شعبان شھری و رمضان شھر اللہ -

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے - کان احب الشھور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصومہ شعبان ثم یصلہ برمضان (ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک روزہ (نفلی) رکھنے کے واسطے شعبان کا مہینہ زیادہ محبوب تھا - آپ شعبان میں روزے رکھتے اور پھر اس کو رمضان سے ملا دیتے تھے + بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر پے درپے دو مہینوں کے روزے رکھتے ہوئے بجز شعبان اور رمضان کے کسی ماہ میں نہیں دیکھا (ترمذی)

شَعْبَانُ خَمْسُ اَحْرُفٍ شِیْنٌ وَ عَیْنٌ وَ بَاءٌ وَ اَلِفٌ وَ نُوْنٌ فَالشِّیْنُ مِنَ الشَّرَفِ وَالْعَیْنُ مِنَ الْعُلُوِ وَالْبَاءُ مِنَ الْبِرِّ وَالْاَلِفُ مِنَ الْاُلْفَةِ وَالنُّوْنُ من النُّوْرِ فَھٰذِہٖ الْعَطَایَا مِنَ اللّٰہِ تعالٰی لِلْعَبِیْدِ فِی ھٰذَا الشَّھْرِ

(غنیۃ الطالبین)

شعبان کے لفظ میں پانچ حرف ہیں - شین اور عین اور باء اور الف اور نون - پس شین اشارہ ہے شرف سے عین علو سے اور با برکت سے اور الف الفت سے اور نون نور سے - پس یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو عطیہ دیا گیا ہے اس مہینہ میں -

پندرہ شعبان المعظم کی رات

اس مقدس مہینہ کی پندرھویں رات کو شب برات کہتے ہیں - اس رات میں اللہ تعالے کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے - چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں متعلقہ شب برات تحریر کی جاتی ہیں - عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا یَوْمَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تعالٰی یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُلَہٗ اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مِنْ مُّبْتَلٍی فَاُعَافِیَہٗ اَلَا مِنْ کَذَا اَلَا من کذا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے - انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جب شعبان کی پندرھویں رات ہو - پس اس رات کو قیام کرو (یعنی نماز پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو - کیونکہ اس رات میں اللہ تعالے کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے - پس فرماتا ہے خبردار کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اُسے بخش دوں - خبردار کوئی رزق لینے والا ہے کہ اسے رزق دوں خبردار کوئی مصیبت زدہ ہے اسے چھڑا دوں - خبردار کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے طلوع صادق تک اللہ تعالے یہی آواز دیتا رہتا ہے -

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَدْرِیْنَ مَا فِیْ ھٰذِہٖ اللَّیْلَۃِ یَعْنِیْ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ فِیْھَا اَنْ یُّکْتَبَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ ھٰذِہٖ السَّنَۃِ وَفِیْھَا یُکْتَبُ کُلُّ ھَالِکٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ ھٰذِہٖ السَّنَۃِ وَفِیْھَا تُرْفَعُ اَعْمَالُھُمْ وَفِیْھَا تَنْزِلُ اَرْزَاقُھُمْ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثَلٰثًا قُلْتُ وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی ھَامَتِہٖ فَقَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ یَقُوْلُھَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رواہ بیہقی فی الدعوات الکبیر

ترجمہ - حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں - آپ نے فرمایا نہیں معلوم ہے کہ اس رات (یعنی پندرھویں شعبان کی) میں کیا ہے - حضرت عائشہ رض نے عرض کی - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات میں کیا ہے - آپ نے فرمایا جو بچہ اس سال میں پیدا ہونا ہوتا ہے وہ اس رات میں لکھا جاتا ہے - اور اس سال میں جو بنی آدم ہلاک ہونے والا ہوتا ہے اس کا نام لکھا جاتا ہے اور اس رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں - اور اسی رات میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں - تب عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے فرمایا - کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالے کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہو - پھر آپ نے فرمایا کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالے کی رحمت کے بغیر جنت میں جا سکے - تین دفعہ آپؐ نے یہ کلمہ فرمایا - میں نے کہا آپ بھی اللہ تعالے کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جاسکیں گے - پھر آپ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر فرمایا اور میں نہیں جا سکونگا مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالے مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے - آپ نے یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا -

ان دونوں حدیثوں کے مطالب رسالہ احکام شب برات میں مرشدی و آقائی شیخ التفسیر مرشد العلماء حجۃ الاتقیا حضرت مولانا الحاج احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تحریر فرماتے ہیں -

پہلی حدیث شریف کے مطالب :-

(۱) اس براءۃ کی رات کو عبادت کرو (۲) شب براءۃ کے بعد دن کو روزہ رکھو (۳) اس رات کو سورج غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک اللہ تعالے کی تجلی (نور کا پرتو) آسمانِ دنیا پر نازل ہوتی ہے - (۴) اس رات کو اللہ تعالے فرماتے ہیں - کوئی مجھ سے بخشش مانگنے والا ہے کہ اُسے بخش دوں (۵) کوئی مجھ سے رزق مانگنے والا ہے کہ اُسے رزق دوں (۶) کوئی شخص کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے کہ میں اُسے نجات دوں - (۷) علیٰ ہذا القیاس اسی طرح مختلف حاجاتِ انسانی کا نام لے کر پکارتا رہتا ہے - کہ کوئی مجھ سے مانگے تو میں اس کی وہ حاجت پوری کرونگا -

دوسری حدیث شریف کے مطالب :-

(۱) اس رات میں آئندہ سال کے پیدا ہونے والوں کی فہرست لکھی جاتی ہے (۲) اس رات میں آئندہ مرنے والوں کی فہرست لکھی جاتی ہے (۳) اس رات میں انسانوں کے اعمال اللہ تعالے کے حضور میں اُٹھا کر پیش کئے جاتے ہیں - (۴) اس رات میں انسانوں کے رزق کا اندازہ نازل کیا جاتا ہے (یعنی جو ملائکہ عظام

اس کام پر مؤکل ہیں ان کے سپرد کیا جاتا ہے) (۵) کوئی فرد بشر اللہ تعالےٰ کی رحمت کے بغیر جنّت میں داخل نہیں ہوسکے گا۔

بیہقی شریف میں ہے۔ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس مبارک رات میں میرے پاس تشریف لائے اور اپنا لباس اُتار کر رکھ دیا ابھی اطمینان سے بیٹھے بھی نہ تھے۔ کہ پھر کپڑے پہن کر باہر تشریف لے چلے۔ مَیں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی اور خیال ہُوا کہ ازواج و مطہرات میں سے کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں۔ لہٰذا مَیں دبے پاؤں آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے ہو لی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ قبرستان جنّت البقیع میں تشریف لائے اور گورستان بقیع المرقد میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور شہداءُ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ مَیں یہ دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوگئی اور اپنے جی میں کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان، حضورؐ تو اپنے رب کی جناب میں دُعا و مناجات میں مشغول اور مَیں اپنی دُنیا کی حاجت میں یہ دیکھ کر تیزی کے ساتھ اُلٹے پاؤں اپنے حجرہ میں واپس آگئی ابھی میرا سانس پھول ہی رہا تھا کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے۔ یہ کیفیت دیکھ کر آپؐ نے فرمایا عائشہ ہانپتی کیوں ہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں بھی آپ کے پیچھے آپؐ کو دیکھنے گئی تھی۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور جنّت البقیع میں آپ کو دعاءِ مغفرت فرماتے ہُوئے دیکھ کر آپؐ سے پہلے واپس آگئی۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا۔ عائشہ تم کو یہ خوف ہوگا کہ اللہ کا رسول تم پر ظلم اور ناانصافی کرے گا۔ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے تھے۔ اور یہ کہا تھا کہ آج شب براءۃ ہے (یعنی پندرہ شعبان کی رات) یہ ایسی رات ہے کہ اللہ تعالےٰ قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر جہنمیوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات دیگا۔

اس مبارک رات میں توبہ کرے۔ اپنے پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ تنہا بلا جماعت نماز نفل پڑھنا۔ تلاوت قرآن شریف۔ درود شریف۔ کلمہ شریف۔ صدقہ۔ خیرات الغرض جو جانی و مالی عبادت کرسکیں کریں۔ ہوسکے تو صلوٰۃ التسبیح پڑھیں۔ جس کی احادیث مبارک میں بہت فضیلت آئی ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی ترکیب

چار رکعت نفل کی نیّت کریں۔ اور ہر رکعت میں الحمد شریف اور کوئی سورت پڑھے۔ پہلی رکعت میں قرأت کے بعد قیام ہی کی حالت میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ اِلّا اللہ واللہ اکبر پڑھے پھر رکوع کرے اور سبحان ربی العظیم کے بعد دس مرتبہ اس دُعا کو پڑھے۔ پھر رکوع سے سر اُٹھائے۔ اور دس مرتبہ یہی پڑھے پھر سجدہ کرے سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد دس مرتبہ اس کو پڑھے اور پھر سجدے سے سر اُٹھانے کے بعد جلسہ میں دس مرتبہ[۲] پڑھے۔ غرضیکہ ہر رکعت میں پچھتّر مرتبہ پڑھے۔ اور چاروں رکعتیں اسی طرح پوری کرے۔

[۲] یہی پڑھے پھر دوسرے سجدے میں جائے اور دس مرتبہ اسے پڑھے پھر اُٹھ کر جلسہ میں دس مرتبہ

آخری گزارش

پندرہ شعبان المعظم کی رات اور دن میں خلاف شرع جو بدعات اور رسمیں ظہور پذیر ہوتی ہیں مثلاً چراغاں۔ آتشبازی۔ کھیل تماشے وغیرہ یہ بے دینوں کی ایجاد اور اسراف ہیں۔ اس پر سخت وعید ہے۔ اللہ تبارکؑ و تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور بے جا خرچ نہ کر تحقیق بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔

مسلمان بھائیو۔ اس مبارک رات اور دن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان اور سُنّت پر عمل کرکے اللہ تبارکؑ و تعالےٰ کو راضی کرو۔ بدعات۔ چراغاں۔ آتشبازی وغیرہ پر روپیہ برباد کرکے اسراف نہ کرو اور شیطان کے بھائی نہ بنو۔

بچّوں کا صفحہ

بچّہ کی سیرت اور شخصیّت

(از سعیدہ طاہر صدیقی ایم اے، ایل، ٹی، ریسرچ اسکالر)

در اصل سیرت اور شخصیت پر ہی انسانی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اس لئے والدین اور معلّمین کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ شروع ہی سے بچّہ کی شخصیت کی تعمیر میں دلچسپی لیں تاکہ وہ بعد میں ناسازگار حالات سے سخت ہوکر ٹوٹ نہ سکے۔ شخصیّت ہر ایک فرد کی زندگی کا وہ "طرز" ہوتی ہے جسے دیکھ کر ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ ایسی شخصیت کا آدمی مختلف حالات میں کس قسم کا ردِّ عمل ظاہر کرے گا۔ لیکن یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے انسان کے جسم و دماغ سے جُدا کیا جا سکے۔ اور نہ ذہنی یا جسمانی بنیاد پر اس کی درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔ شخصیّت میں ذہنی اور جسمانی دونوں ہی قسم کی خصوصیات ہوتی ہیں۔ بلکہ شاید یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انسانی شخصیت معاشرتی اور طبعی دونوں ہی قسم کے حالات سے ترتیب پاتی ہے۔ بقول ہایک کسی بھی موضوع کو سائنسیت کی بیماری سے اتنا نقصان نہیں پہنچا ہے۔ جتنا کہ علم النفس کو پہنچ رہا ہے۔ اس لئے ہمیں بچّوں کو خوردبین کے نیچے رکھ کر نہیں۔ بلکہ انہیں ان کی زندگی کے اصل حالات میں رکھ کر دیکھنا ہے۔ اور ان کی سیرت و شخصیت کے لئے آسان اور ٹھوس طریقہ تلاش کرنے ہیں۔

مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں لیکن آپ کی اس بے توجہی اور لاپروائی سے ڈر لگتا ہے جو آپ کے بچّوں کی شخصیت کو مسخ کر کے انہیں زندگی کے اس کنارے پر چھوڑ دیتی ہے۔ جہاں سے وہ پیچھے تو ہٹ جاتے ہیں لیکن آگے نہیں بڑھ سکتے۔ آپ جانتے ہیں لیکن محسوس نہیں کرتے کہ بچّہ آپ کی عادات اور برتاؤ کی تصویر ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ آپ سے اور آپ کے اس ماحول سے سیکھتا ہے۔ جس میں وہ ایک نووارد ہوتا ہے۔ بچہ جان دیتا ہے کہ بستر پر پیشاب کر دینے سے ماں بگڑیگی اپنے تجربات سے اسے معلوم ہوا ہے کہ فلاں حرکت پر امّاں ابّا کا کیا ردِّ عمل ہوگا۔ لیکن آگ سے ڈرانے کے لئے ضروری نہیں کہ آپ اپنے بچّے کو جلا دیں کیونکہ دوسروں کے تجربات جو اسے بتا دیئے گئے ہیں۔ وہ اسے احساس دلا دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ کہ آگ سے آدمی جل جاتا ہے۔ اور کوٹھے سے گر کر مر سکتا ہے۔ کیا میں اب یہ کہہ دوں کہ اپنے ہی تمام احساسات تجربات اور مشاہدات سے آپ کے بچّہ کی شخصیت نشوونما پاتی ہے۔

شخصیّت عطیہ الٰہی نہیں

علمائے متقدمین نے شخصیت کو محض ایک عطیہ الٰہی قرار دیا ہے۔ جس کی بہتری اور تشکیل کے لئے انسان بے بس اور مجبور ہے۔ نہ تربیت ہی شخصیت میں حسب خواہش تبدیلیاں پیدا کر سکتی ہے اور نہ تعلیم اس پر نظر انداز ہو سکتی ہے۔ لیکن موجودہ علماء کے نزدیک شخصیت ایک عطیہ الٰہی ہی نہیں جس سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں۔ بلکہ یہ تمام فطری اور انسانی اعمال کا ایک ایسا نظام ہے جس سے انسان اپنی مرضی کے مطابق کام لیتے ہوئے اپنی شخصیت کو خاص سانچے میں ڈھال سکتا ہے۔ شخصیت سے مراد ہے۔ "کسی شخص کے جملہ انعکاسات، جبلات، فطری میلانات جذبات عواطف، علمی اور جسمانی استعداد" یعنی اس میں تمام ذہنی جسمانی اور معاشرتی اسباب ایک ناقابل تقسیم نظام کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ انسانی خیالات، میلانات، جذبات اور عادات وغیرہ شخصیت میں اپنی علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔ یہ تمام اجزائے عوامل شخصیت ہوتے ہیں۔ جو شخصیت کی تصویر کو مکمل بنانے میں حصّہ لیتے ہیں۔ عوام سے مراد کسی شخص کی تمام وہ صفات ہیں جو وہ موروثی طور پر حاصل کرتا ہے۔ یا اپنی ضرورت کے مطابق ماحول سے اخذ کرتا ہے۔ مندرجہ بالا سطور سے معلوم ہُوا کہ آپ کی شخصیت آپ کے ماحول کا آئینہ ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ بچّہ کی سیرت اور شخصیت کے تعین میں گھریلو حالات کا بہت زیادہ دخل ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے معاشرتی حالات بھی اس کے خلاف نہ ہوں۔ گھریلو حالات میں والدین کا سلوک خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ماں کی پہلی ملاقات

گھر کے ماحول میں ماں وہ ہستی ہے جو بچّہ کی شخصیت کی بنیاد ڈالنے میں سب سے زیادہ اور سب سے پہلے حصّہ لیتی ہے وہ پہلی ہستی ہوتی ہے جس سے بچہ اس دُنیا میں ملاقات کرتا ہے۔ ماں کا اپنا کردار اور اس کا عکس اور بچّے کی بننے والی شخصیت کو متاثر کرنے لگتے ہیں۔ یعنی ماں بچّے کے لئے وہ مثال اور نمونہ ہوتی ہے جس کو بچّہ بنیادی اور طبعی سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔ بہت سی مائیں ہیں ذرا ذرا سی بات میں گھبرا جانے کی عادت ہوتی ہے جس کے زیر اثر وہ ہر وقت گھر میں اودھم سا مچائے رہتی ہیں۔ اطمینانِ قلب ان کو نصیب ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ کسی نہ کسی اُلجھن میں مبتلا رہتی ہیں اور اس گھبراہٹ اور تشویش کا اثر بچّہ کی ذات پر بھی ہوتا ہے۔ اور بالآخر ایسے بچّوں میں فوراً ہی غیر محفوظ ہونے کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے اور ایسے ہی بچّوں کا کردار آگے چل کر کمزور ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے وہ مائیں جو سنجیدہ اور مطمئن ہوتی ہیں ذرا ذرا سی بات پر اپنی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتیں اور پریشان کن واقعات پر صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں وہ ماہرین نفسیات کے خیال میں بچّوں کے لئے قابل اطمینان و قابل فخر ہستی ہوتی ہیں۔ بالفاظ دیگر بچّہ کو ماں کا "جذباتی بیرومیٹر" کہا جا سکتا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم :-
۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۹۳۲۱ مورخہ ۳- مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T-B-C / ۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷- ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ لعہ
ششماہی ۶
فی پرچہ ۴ر

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور مہتمم پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا۔